دسمبر 2010

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

لی شن پلان

ناول نمبر
771

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

لی شن پلان

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

Atlantis
Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	لی شن پلان
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 771
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	240روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

0300-2472238, 32578273, 34228050
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

ایک حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا، یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(امام مالک)

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! یہ لی شن پلان ہے۔ اس سے پہلے آپ پانچ ملکوں کی سازش پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں۔ چند ماہ پہلے ایک خاص نمبر ہوما کے شیطان شائع ہوا تھا... بہت دنوں بعد خاص نمبر آپ کو ملا... آپ نے خوشی کا اظہار کیا... کچھ بہت ہی مہربان قارئین نے اس بارے میں فون پر پوچھا... کیا واقعی ہی ایسا ہے... جیسا آپ نے ناول میں لکھا ہے... میں نے جواب میں کہا، ہاں... اور پھر میں نے ان کے اطمینان کے لیے کچھ باتیں بتائیں... آپ سوچ رہے ہوں گے... آپ نے ان کا تو اطمینان کرا دیا... ہمارا کب کرائیں گے... تو جناب یہ دو باتیں اسی اطمینان کے لیے لکھ رہا ہوں... تاکہ سند رہیں اور بوقت ضرورت کام آئیں۔

کینیڈا کے شہر مانٹریال میں ایک خفیہ جگہ بنائی گئی ہے... وہاں یہ سب کچھ ہو رہا ہے... موجود ہے... اور یہ سب ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے... یہ نہیں کہ ناول پڑھ لیا اور بس... ہماری ذمے داری ختم... آپ اس ناول کو آگے بڑھائیں... دوستوں کو پڑھنے کے لیے دیں... پاکستانی قوم کو اب خبردار ہو جانا چاہیے کہ ان کے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے... آخر ہم کب تک لمبی تان کر سوتے رہیں گے... جب وقت ختم ہو جائے گا، تب جاگیں گے... لیکن اس وقت جاگنے کا کیا فائدہ ہوگا... یوں بھی زمانہ کروٹ بدل رہا ہے... ہمیں چاہیے کہ اپنے دشمن کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہو جائیں اور اس کیلئے ضروری ہے کہ دشمن کے پاس جو اسلحہ اور ہتھیار ہیں... اس سے بہتر اور اس سے زیادہ تعداد میں ہمارے پاس ہو... اور اس کا طریقہ یہ نہیں کہ ہم اپنے دشمنوں کے پاس جا کر ان سے ہی مانگیں کہ ہمیں دیدو تاکہ ہم تمہیں مار سکیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم جدید سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کا علم حاصل کریں... اور یہ کوئی دو چار دن کا معاملہ نہیں۔ آج شروع کریں گے تو پچاس برس میں شاید ان سے آگے نکل سکیں... لیکن اس کے سوا کوئی حل بھی تو نہیں... باقی سب بیکار کی باتیں اور الفاظ کی جادوگری ہے... جنگوں میں جذبہ عارضی اور وقتی کامیابی تو دلا دیتا ہے لیکن آخری فتح اس کی ہوتی ہے جس کا اسلحہ بہتر ہوتا ہے... اور اسلحہ اس کا بہتر ہوتا ہے جس کے پاس بہتر سائنسی علم ہوتا ہے یہی تاریخ کا سبق ہے۔

بات کرنا تھی... لی شن پلان کی اور لے بیٹھا ہوما کے شیطان کی بات کو... اور اس سے بھی بات آگے نکل گئی... گویا تیر کمان سے نکل گیا... اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ کمان سے نکلا تیر واپس نہیں آتا... مطلب یہ کہ یہ دو باتیں تو اب ہاتھ سے نکل گئی ہیں، یہ تو واپس آنے سے رہیں... چلئے کوئی بات نہیں... اصل دو باتیں آیندہ ناول میں سہی... اس وقت انہی سے گزارا کر لیں... شکریہ!۔

اس ماہ کا خاص نمبر

لی شن پلان

آئندہ ماہ کا ناول

خوف کا سمندر

گزشتہ اشاعت کا ناول

پانچ ملکوں کی سازش

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238,32578273,34228050
e-mail:atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

آغاز

انسپکٹر جمشید کے گھر کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس وقت گھر میں صرف بیگم جمشید تھیں۔ محمود، فاروق اور فرزانہ تو فرزانہ کی کسی سہیلی کے گھر گئے ہوئے تھے اور انسپکٹر جمشید یونہی شہر سے باہر کسی تقریب میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے باورچی خانے سے نکل کر ریسیور اٹھا لیا... دوسری طرف سے ایک عجیب سی ہنسی سنائی دی:

''ہوہوہو... ہی ہی ہی۔''

''یہ کیا ہوا؟'' بیگم جمشید کا منہ بن گیا۔

''محترمہ! اسے ہنسی کہتے ہیں... جب کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے نا... تو اسی طرح ہنسا جاتا ہے...'' دوسری طرف سے اجڈ انداز میں کہا گیا۔

''آپ کا مطلب ہے... آپ میرا مذاق اڑانا چاہتے ہیں۔'' انہوں نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔

''آپ کا نہیں محترمہ... انسپکٹر جمشید کا... ان کے تینوں بچوں کا... فون ان میں سے کسی کو دیں۔''

''اس وقت ان میں سے کوئی گھر میں نہیں ہے۔''

''تب پھر جب وہ آئیں تو ان سے کہہ دیں، اپنا مذاق بلکہ اپنی بھد اڑوانے کے لیے تیار ہو جائیں... میں اس کام کا بہت ماہر ہوں... اب اس شہر میں ان چاروں کی... بلکہ ان کے پورے محکمے کی وہ بھد اڑے گی کہ کیا کبھی اڑی ہوگی... اور یہ بھی سن لیں... مونا ساگر کے قتل سے یہ کام شروع ہوگا۔''

''مونا ساگر... کون مونا ساگر... اور ان کے قتل سے کیا شروع ہوگا۔''

''بھد اڑنے کا پروگرام... اور تمہیں معلوم نہیں، مونا ساگر کون ہے، عجیب بے وقوف عورت ہو... مونا ساگر اس شہر کا نامی گرامی دولت مند ہے... حکومت کے بڑے بڑے لوگ اسے سلام کرتے ہیں... وہ ملک کے صدر کو بھی کوئی بات کہہ دے تو صدر صاحب اس کی بات ماننے پر مجبور ہوتے ہیں... ایسے شخص کا نام ہے مونا ساگر... اب پروگرام سنو... ہم اعلانیہ اسے قتل کریں گے... ٹھیک وقت پر... بتا کر... انسپکٹر جمشید ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں... الٹے لٹک جائیں...

لیکن یہ قتل ہو کر رہے گا... جب کہ اخبارات میں اس قتل کی پیش گوئی پہلے ہی شائع ہو جائے گی... اور ہو کیا جائے گی... صبح کے اخبارات تمہاری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہوں گے... بلا لو اپنے خاوند کو... وہ جہاں کہیں بھی ہیں... اور اپنے بچوں کو... کہ ان کے لیے بڑا وقت آگیا ہے... کیونکہ جب پہلے ہی اخبارات چیخ اٹھیں گے تو ظاہر ہے... اس شخص کی حفاظت کے لیے کیا کچھ انتظامات نہیں کیے جائیں گے... جس کی صدر بھی عزت کرتے ہوں... پورے شہر میں ہل چل مچ جائے گی یا نہیں... سب کو پسینے آجائیں گے یا نہیں... اور پھر جب ان تمام کوششوں پر پانی پھر جائے گا تو انسپکٹر جمشید کا شہر میں جو مذاق اڑے گا... اس کا اندازہ تم لگا ہی سکتی ہو... اب میں اپنی بات ختم کرتا ہوں... تم ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر جو تیر چلانا چاہو... چلا لو... میں اسی شہر میں موجود ہوں... اور میرا نام ہے لی شن۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا... انہوں نے فوراً اس نمبر پر فون کیا... لیکن موبائل بند تھا... انہوں نے فوراً نمبر نوٹ کر لیا... اب انہوں نے محمود کا نمبر ملایا... اس کی آواز سن کر وہ بولیں:

''تم تینوں فوراً گھر آجاؤ... ایک بہت سنگین معاملہ پیش آیا چاہتا ہے۔''

"جی امی جان! ہم چل چکے ہیں اور بس پہنچنے ہی والے ہیں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔"

فون بند کر کے انہوں نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے... سلسلہ ملتے ہی بولیں:

"آپ فوراً گھر آجائیں... ایک بہت سنگین مسئلہ پیش آیا چاہتا ہے۔"

"بیگم میں صبح سے پہلے تو کسی صورت نہیں آسکوں گا... کیونکہ جس جگہ میں ہوں، یہاں جہاز کی سہولت تو ہے نہیں... لہٰذا تیز ترین ڈرائیونگ کر کے بھی صبح ہی پہنچوں گا... لہٰذا پہلے تم بات بتاؤ... پھر میں آگے بات کروں گا۔"

انہوں نے پوری بات بتادی... وہ پرسکون انداز میں سنتے رہے، ان کے خاموش ہونے پر بولے:

"بیگم... اس میں شک نہیں کہ مونا ساگر بہت بڑا آدمی ہے اور اگر صبح کے اخبارات میں ایسی کوئی خبر شائع ہوئی تو ہل چل واقعی مچ جائے گی... لیکن یہ کسی کا مذاق بھی ہوسکتا ہے... میں نے یہ نام پہلی بار سنا ہے... لی شن... مطلب یہ کہ ہم صبح سے پہلے کوئی حرکت نہیں کریں گے..."

"لیکن آپ صبح سے پہلے اس بات کی تصدیق تو کر ہی سکتے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے... خبر اگر اخبارات کو دی جاچکی ہے تو ان سے معلوم ہو جائے گا... میں تمہیں چند منٹ بعد فون کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے فون بند کردیا... اب انہوں نے ایک اخبار کے ایڈیٹر کو فون کیا... اس سے ان کی اچھی علیک سلیک تھی... سلسلہ ملنے پر انہوں نے اس سے پوچھا:

"کیا کل کے اخبارات میں مونا ساگر صاحب کے بارے میں کوئی خبر شائع ہورہی ہے۔"

"اوہ! تو آپ کو پتا چل گیا... حیرت ہے۔"

"کیوں... اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔"

"اخبارات کو یہ خبر ایک گمنام فون کے ذریعے ملی ہے... اور خبر تمام اخبارات کو دی گئی ہے... اخبارات سے یہی کہا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اس خبر کو شائع نہ کیا تو بہت نقصان میں رہیں گے... کیونکہ شہر کا ایک اخبار ضرور اس خبر کو شائع کرے گا... اور صبح پھر صرف وہ اخبار فروخت ہوگا... باقی اخبارات یونہی لٹکے رہ جائیں گے اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا... یعنی پھر ایسی ہر خبر صرف اس اخبار کو دی جائے گی اور اس طرح اس کی شہرت آسمان پر پہنچ جائے گی... باقی

اخبارات کی مارکیٹ تقریباً ختم ہو جائے گی... لہٰذا سب کے حق میں بہتر یہی ہے کہ یہ خبر شائع کر دیں... ہاں اتنا ضرور کریں کہ خبر شائع کرنے سے پہلے کسی سرکاری آدمی کو اس بارے میں کوئی اطلاع نہ دیں... مطلب یہ کہ اس خبر کو صبح ہی پڑھیں۔'' یہاں تک کہہ کر ایڈیٹر خاموش ہو گئے۔

''ہوں! تب پھر آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔''

''فیصلہ کیا کرنا ہے... ہم اس خبر کو شائع کرنے پر مجبور ہیں... ورنہ جو اس نے کہا ہے... وہ ہو جائے گا... اور اس نے جس اخبار کا ذکر کیا ہے... ظاہر ہے... اس اخبار سے اس کے تعلقات ہوں گے۔''

''اوہ ہاں! یہ ایک اہم بات ہے۔'' انسپکٹر جمشید چونکے۔

''لیکن آپ نے ابھی میری حیرت دور نہیں کی... آخر آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی...''

''جو شخص یہ خبر شائع کرانا چاہتا ہے... اسی نے فون کیا تھا...''

''اوہ... اوہ۔''

''اور محترم نیازی صاحب... کیا کسی طرح یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر تمام اخبارات اس خبر کو شائع نہ کریں تو وہ کون سا اخبار ہے... جو پھر بھی اس خبر کو شائع کرے گا۔''

''بھلا یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں۔''

''آپ مجھے صرف یہ بتائیں، اس وقت ہمارے پڑوسی دوست ملک شاہکا کی دشمنی میں کون سا اخبار آگے ہے...''

''روزنامہ نیا سورج۔''

''شکریہ! تب وہ اخبار یہی ہو سکتا ہے... اس کے ایڈیٹر کا نمبر تو بتا سکتے ہیں نا آپ۔''

''ہاں! کیوں نہیں۔'' انہوں نے کہا اور نمبر لکھوا دیے۔

اب انہوں نے روزنامہ نیا سورج کے ایڈیٹر کے نمبر ملائے:

''فرخ راؤ صاحب... انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔''

''فرمایئے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا... انہوں نے صاف محسوس کر لیا کہ فرمایئے کہنے کا انداز طنزیہ تھا۔

''سنا ہے... کل مونا ساگر صاحب کے قتل کی پیش گوئی شائع ہو رہی ہے۔''

''جی ہاں! آپ نے ٹھیک سنا ہے... ایک گمنام فون موصول ہوا ہے... اس فون کے ذریعے کہا گیا ہے کہ اگر ہم نے یہ خبر شائع نہ کی تو جو اخبار خبر شائع نہیں کرے گا... وہ نقصان میں رہے گا... اس کی مارکیٹ گر جائے گی... اب بتایئے... ہم کیا کریں... یہ خبر تو لگانا

ہوگی... ایسے تمام اخباری مدیران کا خیال ہے کہ یہ خبر کسی کا مذاق ہرگز نہیں ہے... اس لیے بھی اس خبر کی اشاعت ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے... آپ سب کو یہ خبر ضرور شائع کرنی چاہیے... میں تو صرف یہ معلوم کر رہا ہوں کہ خبر سبھی کو سنائی گئی ہے یا ایک دو اخبارات کو... اب اندازہ ہوگیا ہے کہ یہ خبر سبھی شائع کر رہے ہیں۔''

''ہاں جناب! یہی بات ہے۔''

''بہت بہت شکریہ!''

انہوں نے فون بند کر دیا اور پھر صدر صاحب کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر انہوں نے کہا:

''آپ کو موٹا ساگر کے بارے میں خبر تو معلوم ہوگئی ہوگی۔''

''ہاں جمشید... چند ایڈیٹر صاحبان نے یہ خبر میرے مشیروں تک پہنچائی ہے...'' انہوں نے بتایا۔

''اب آپ ایک کام کریں۔''

''اور وہ کیا؟''

''تمام اخبارات کو فوری طور پر حکم بھجوا دیں... کہ یہ خبر ہرگز شائع نہ کریں... جب کوئی اخبار بھی خبر شائع نہیں کرے گا تو کوئی ایک اخبار بھی کس طرح نفع میں رہے گا اور باقی کیسے نقصان میں رہیں گے...

سب ایک جیسے رہیں گے... اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ شہر میں سنسنی نہیں پھیلے گی...''

''جمشید! اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔'' صدر صاحب پریشانی کے عالم میں بولے۔

''کیوں سر۔''

''اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ خبر نہیں لگائیں گے، تب بھی شہر میں سنسنی پھیل کر رہے گی... شہر کی دیواروں پر یہ خبر لکھ دی جائے گی۔''

''اوہ۔'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''لہٰذا جمشید... اب جو ہوگا، دیکھا جائے گا... اس خبر کو لگ جانے دو۔''

''جی بہتر۔''

''اور تم کہاں ہو... تمہیں تو اس وقت شہر میں ہونا چاہیے۔''

''میں پہنچ رہا ہوں... آپ کو شاید معلوم نہیں کہ مجرم نے براہ راست مجھے چیلنج کیا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' صدر صاحب چلائے۔

اب انہوں نے ساری بات بتا دی... ان کے خاموش ہونے پر

صدر صاحب بولے:

''یہ تو بہت خطرناک خبر ہے جمشید... اب... اب کیا ہوگا''

''ہم اپنا کام کریں گے سر... وہ اپنا... ہوگا وہی جو اللہ چاہیں گے۔''

''ہاں! بالکل ٹھیک... بس تم آجاؤ... اور ہاں کیا اس شخص کا نام معلوم ہوا ہے۔''

''جی ہاں! اس نے اپنا نام لی شن بتایا ہے... میں پہنچ رہا ہوں۔''

انہوں نے فون بند کیا ہی تھا کہ موبائل کی گھنٹی بج اٹھی... انہوں نے فون آن کیا تو دوسری طرف سے کہا گیا:

''لی شن بات کر رہا ہوں۔''

☆☆☆☆☆

مشکل ہے

''اپنی کوشش کر لی... انسپکٹر جمشید... اور پہلی ہی کوشش میں ناکام ہو گئے۔'' لی شن کی آواز ابھری۔

''کس سے معلوم ہوئی یہ بات''... انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی... کیونکہ ابھی ابھی تو وہ فارغ ہوئے تھے ان باتوں سے۔''

''بچوں والی باتیں نہ پوچھو انسپکٹر جمشید... ابھی تو کام شروع ہوا ہے... اخبارات میں خبریں بھی شائع ہوں گی اور دیواروں پر بھی لکھا نظر آئے گا... مونا ساگر کے دن گنے جا چکے... تم اسے نہیں بچا سکتے... میدان میں آ جاؤ... میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں... شہر میں تم موجود نہیں ہو نا... اس لیے مزہ نہیں آ رہا۔''

''فکر نہ کرو... میں پہنچ رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، اب شہر میں ملاقات ہوگی...''

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا... وہ یہاں ایک

رشتے دار کے بیٹے کی شادی میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ یہ جگہ ان کے شہر سے بہت فاصلے پر تھی اور یہاں ایئرپورٹ تھا نہیں... اس لیے انہیں اپنی گاڑی پر ہی جانا تھا... انہوں نے میزبان سے اجازت لی اور روانہ ہوگئے... انہیں اگرچہ جلدی تھی... لیکن اپنے اصول کے مطابق وہ اپنی رفتار سے گاڑی چلا رہے تھے... ان کا تجربہ تھا، جب سفر لمبا ہو تو اپنی اس رفتار سے ہی گاڑی چلانا چاہیے جس پر عام حالات میں چلاتے ہیں، پھر انہیں سڑک کے کنارے ایک عورت کھڑی نظر آئی... وہ ہاتھ سے گاڑی روکنے کا اشارہ کر رہی تھی... ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے... یہ ان کے خلاف سازش بھی ہوسکتی تھی، تاکہ انہیں شہر نہ پہنچنے دیا جائے اور وہ عورت واقعی ضرورت مند بھی ہوسکتی تھی... اب وہ یہ نہیں کر سکتے تھے کہ اس سے بات پوچھے بغیر آگے بڑھ جائیں، لہٰذا انہوں نے گاڑی اس کے قریب روک دی... انہوں نے دیکھا... عورت پڑھی لکھی تھی... اس کے جسم پر قیمتی لباس تھا... اور چہرے پر پریشانی کے آثار تھے:

''میری کار سڑک سے نیچے اتارتے ہوئے الٹ گئی ہے... ایک ٹرک ڈرائیور بہت ہی غلط انداز میں سامنے سے آیا... اگر میں گاڑی سڑک سے نیچے نہ اتارتی تو ٹکر ہو جاتی... اب صرف اتنا ہوا ہے کہ گاڑی الٹ گئی ہے... اور اللہ کا شکر ہے کہ میں اس سے نکل آئی

ہوں...''

''ہوں! آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔'' انہوں نے پوچھا۔

''ظاہر ہے، آپ اور میں مل کر گاڑی کو سیدھا نہیں کر سکتے... یہ بھی معلوم نہیں کہ گاڑی اسٹارٹ بھی ہوگی یا نہیں... میرا گاؤں یہاں سے صرف 60 کلومیٹر دور ہے... آپ بس مجھے وہاں اتار دیجیے گا... میں وہاں سے اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو یہاں لے آؤں گی۔''

''اچھی بات ہے... آپ پیچھے بیٹھ جائیں۔'' وہ بولے۔

''شکریہ!''

پھر ان کا سفر دوبارہ شروع ہوا... راستے بھر وہ خاموش رہی، انہوں نے بھی کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی... آخر اس نے کہا:

''بس! یہی میرا گاؤں ہے... آپ مجھے اتار دیں... یہاں سے میں گھر تک خود چلی جاؤں گی۔''

''دیکھ لیں... رات کا وقت ہے... آپ کہیں تو میں آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں۔''

''نہیں! مجھے گھر تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی... آپ کا شکریہ!''

یہ کہتے ہوئے وہ گاڑی سے اتر گئی اور پھر وہ آگے بڑھ گئے...

ابھی تک وہ اس عورت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکے تھے... اس کا انہیں روکنا کسی منصوبے کا حصہ تھا یا واقعی اس کی کار حادثے کا شکار ہوگئی تھی... پھر انہوں نے سر کو جھٹک دیا اور خود سے بولے:

''دیکھا جائے گا۔''

اب وہ پھر معمول کی رفتار سے چلنے لگے... آخر صبح کے سات بجے وہ گھر کے دروازے پر پہنچ گئے... جونہی انہوں نے دستک دی... دروازہ فوراً کھل گیا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کھڑے نظر آئے:

''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔'' وہ بولے۔

''وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔'' تینوں نے جواب دیا... پیچھے سے بیگم جمشید نے بھی سلام کا جواب دیا... پھر وہ اندر داخل ہوئے... اندر ناشتا تیار تھا۔

''کیا خبریں ہیں۔''

''حد درجے سنسنی خیز... آپ کو پوری طرح نشانہ بنایا گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے... پہلے ہم ناشتا کریں گے... پھر میں اخبارات دیکھوں گا۔''

''مشکل ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیا مشکل ہے۔''

اسی وقت ان کے گھر کے فون کی گھنٹی بج اٹھی:

''بس یہی مشکل ہے...'' فاروق مسکرایا۔

انہوں نے دیکھا، فون خان رحمان کا تھا... جونہی انہوں نے ریسیور اٹھایا، وہ بول اٹھے:

''جمشید تم پہنچ گئے یا نہیں... میں بہت بے چین ہوں۔''

''تو پھر ادھر ہی آجاؤ نا۔''

''میں گھر سے نکل ہی رہا تھا۔''

''بس تو چلے آؤ۔''

انہوں نے ریسیور رکھ کر کہا:

''آؤ... اب ناشتا کریں۔''

''مشکل ہے۔'' محمود ہنسا۔

''اب کیا...''

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... فون کی گھنٹی ایک بار پھر بجی تھی:

''یہ پروفیسر ہوں گے۔'' وہ مسکرائے... پھر ریسیور اٹھا لیا۔

''تم آگئے جمشید... ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔'' پروفیسر داؤد نے گویا اعلان کیا۔

''جی... کیسے۔''

''یہ خبریں شائع کرانے والے کو... میں آرہا ہوں۔''

''جی ٹھیک ہے۔''

ایک بار پھر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور بولے:

''آؤ... اب ناشتا کریں گے۔''

''مشکل ہے۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''حد ہوگئی... بھئی کیا مشکل ہے... مشکل ہے لگا رکھی ہے۔''

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی... اس مرتبہ فون آئی جی صاحب کا تھا... انہوں نے بھی کہا، وہ آرہے ہیں۔''

اس طرح گھر میں جلد ہی بہت سے لوگ آموجود ہوئے... سب انسپکٹر اکرام بھی پہنچ گیا... سب لوگ باغ میں آبیٹھے:

''اب کیا کرنا ہے جمشید۔'' آئی جی بولے۔

''پہلے تو یہ بتائیں... مونا ساگر صاحب کا کیا حال ہے۔''

''انہیں تو ابھی تک یہ خبر معلوم ہی نہیں ہے۔''

''کیا مطلب... یہ کیسے ممکن ہے۔''

''صبح نو بجے سے پہلے سو کر نہیں اٹھتے... صرف اسکول کالج جانے والے بچوں کو ملازم اٹھاتے ہیں اور تیار کراتے ہیں... ان کے جانے

کے بہت دیر بعد کہیں وہ اٹھتے ہیں اور اٹھ کر سب سے پہلے اخبار دیکھتے ہیں...''

''اچھی بات ہے... ہمیں تو بس ان کی حفاظت کے انتظامات کرنے ہیں...'' انہوں نے کہا۔

''شاید تم نے اخبار نہیں دیکھا۔''

''بہت دیر تک کوشش کرتا رہا ہوں... لیکن موقع نہیں مل سکا۔''

''تب پھر پہلے اخبار دیکھ لو جمشید۔'' آئی جی صاحب بولے۔

تمام اخبارات ان کے سامنے ڈھیر کردیے گئے... سبھی اخبارات نے سب سے اوپر یہی خبر شائع کی تھی... سرخیاں اس طرح تھیں:

''صدر کے مشیر مونا ساگر کو قتل کر دیا جائے گا۔''

''انسپکٹر جمشید کو چیلنج... وہ ان کی زندگی بچا کر دکھائیں۔''

''انسپکٹر جمشید سے جو ہو سکتا ہے، کرلیں... وہ مونا ساگر کو بچا نہیں پائیں گے۔''

''آج شام ٹھیک چار بجے مونا ساگر کو قتل کر دیا جائے گا۔''

''ایک منٹ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہوگا۔''

''اتنا وقت دینے کے باوجود انسپکٹر جمشید ان کی حفاظت کے لیے کچھ نہیں کرسکیں گے۔''

وہ پڑھتے چلے گئے... پھر تفصیل بھی پڑھ ڈالی... تفصیل میں اخبارات کو فون کرنے والے شخص کا نام لی شن لکھا گیا تھا... ایک اخبار نے تو یہ سرخی بھی لگائی تھی:

''لی شن کا پیغام! انسپکٹر جمشید کے نام۔''

ایک اخبار کی سرخی تھی:

''قتل کا پیغام۔''

غرض اخبارات کے صفحات پر سنسنی ہی سنسنی نظر آ رہی تھی:

''مونا ساگر کو اس کے حملے سے بچانا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا... لیکن مجھے ایک خوف ہے... کہیں اس چیلنج کے پردے میں اصل واردات کوئی اور نہ ہونے والی ہو... مطلب یہ کہ ہم سب کو پوری طرح متوجہ کر دیا جائے مونا ساگر صاحب کی طرف... اور کرنا وہ کچھ اور چاہتے ہوں... میری اصل پریشانی یہ ہے۔''

''اوہ... اوہ۔'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''واقعی جمشید! اس طرف تو ہمارا دھیان گیا ہی نہیں۔'' آئی جی صاحب بھی پریشان ہوگئے۔

''جی ہاں! یہ ہے اصل مشکل... آخر وہ مونا ساگر کو کس لیے قتل کریں گے... مونا ساگر صدر کے مشیر تو ضرور ہیں... لیکن ہیں نارمل

انسان... کوئی انہیں ہلاک کروا کر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا... اس پہلو کو سامنے رکھا جائے تو یہ معاملہ کچھ اور لگتا ہے... اب ظاہر ہے... ہمیں نہیں معلوم... وہ اور کیا معاملہ ہے... لہٰذا وہ چپ چپاتے ہو جائے گا اور ہمیں اس وقت پتا چلے گا جب ہو جائے گا۔''

''کک... کیا ہو جائے گا۔'' پروفیسر داؤد کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

''ہمیں کیا معلوم... ہمیں تو مونا ساگر میں الجھایا جا رہا ہے نا... اور میرا خیال ہے... مونا ساگر صاحب کو کچھ نہیں ہوگا... ہم ان کی حفاظت کرتے رہ جائیں گے اور وہ اپنا کام کر جائے گا...''

''اُف مالک! اگر بات یہی ہے تو یہ مونا ساگر صاحب والے معاملے سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔''

عین اس لمحے انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی، انہوں نے چونک کر اسکرین کی طرف دیکھا... اور پھر بول اٹھے:

''لی شن کا فون۔''

''اوہ!''

وہ سب اچھل پڑے... ادھر انسپکٹر جمشید نے موبائل کا بٹن دبا دیا:

ناکامی کا دن

”ہیلو انسپکٹر جمشید!... میں جانتا ہوں... تم لوگ کیا سوچ رہے ہو... بلکہ کیا بات چیت کر رہے ہو... میں تم سے دو ٹوک بات کرتا ہوں... جو کہوں گا، صرف وہ کروں گا... یہ نہیں ہوگا... کہوں گا کچھ اور کروں گا کچھ... فی الحال مونا ساگر کو ہلاک کرنے کے سوا میرا اور کوئی پروگرام نہیں... میں آج کسی وقت تم سے ملاقات بھی کروں گا... لیکن تم جان نہیں پاؤ گے... بے فکر ہو کر مونا ساگر کی حفاظت کے انتظامات کرو... یہ نہیں ہوگا کہ تم لوگ مونا ساگر کی حفاظت کے چکر میں چکرا رہے ہوگے اور میں کہیں اور وار کر جاؤں گا... نہیں... ہرگز نہیں... یہ میرا وعدہ ہے... اور میں جو وعدہ کرلیتا ہوں... پورا کرتا ہوں... دھوکا نہیں دیتا... میں تمہارا صاف ستھرا دشمن ہوں... جو کچھ کروں گا... بتا کر کروں گا... یعنی مونا ساگر کے بعد مجھے کیا کرنا ہے... یہ میں مونا ساگر کے قتل کے بعد بتاؤں گا... اچھا بس... اتنی

بات چیت کافی ہے... ویسے تمہارے لیے بہت اچھا موقع ہے... جب میں تم سے ملاقات کروں تو مجھے گرفتار کر لو... سارا جھگڑا ختم، نہ میں آزاد ہوں گا... نہ مونا ساگر پر وار کرسکوں گا... کیوں کیسا سنہری موقع ہے۔“

”ٹھیک ہے... ملاقات کے وقت میں تمہیں گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا... صرف ایک سوال کا جواب دے دو۔“

”ہاں ہاں ضرور...“

”نام سے ظاہر ہے... تم شاتنا کے ہو، کیا تم ہو بھی۔“

”ہاں! میں شاتنی ہوں... لیکن تم اس چکر میں نہ پڑو۔“

”اس چکر میں ہمیں تم ڈال رہے ہو... شاتنا سے ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں... جب کہ تم ہمارے ملک کے دشمن کے روپ میں سامنے آئے ہو... اس سے ہم کیا نتیجہ نکالیں۔“

”جو چاہو... نکال لو...“ ان الفاظ کے ساتھ ہی موبائل بند کر دیا گیا... انہوں نے فوراً اس نمبر پر فون کیا... لیکن موبائل بند کردیا گیا تھا۔ اس سے ہونے والی گفتگو سبھی نے سنی تھی۔

”اب آپ کیا کہتے ہیں۔“

”چلو جمشید... ایک طرف سے تو اطمینان ہوا... اب ہم پوری توجہ

مونا ساگر صاحب...''

آئی جی صاحب کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... ان کے موبائل کی گھنٹی بجی تھی۔ اسکرین پر نظر ڈالتے ہی وہ بول اٹھے:

''آ گیا فون مونا ساگر صاحب کا۔''

یہ سنتے ہی وہ سب مسکرا دیے... ادھر آئی جی صاحب نے موبائل آن کیا۔ فوراً ہی سخت گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی:

''شیخ صاحب! یہ میں نے کیا سنا ہے... اور آپ ہیں کہاں... آپ کو تو میری کوٹھی کے دروازے پر ہونا چاہیے تھا... اور کوٹھی کے گرد تو ہر وقت پہرہ ہونا چاہیے تھا... لیکن میں دیکھ رہا ہوں... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔''

''سر! ہم آپ ہی کے سلسلے میں ایک جگہ جمع ہیں... حالات کس قدر خوفناک ہیں... آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔'' آئی جی صاحب نے جلدی جلدی کہا۔

''میں سوچ کر کروں گا بھی کیا... یہ شخص... کیا نام لکھا ہے... ہاں یاد آیا... لی شن تو میری جان لے چکا ہوگا... میں سوچ کر کیا کروں گا۔''

''آپ فکر نہ کریں سر... حفاظتی انتظامات شروع ہو رہے ہیں۔''

آئی جی بولے۔

''اوہو! میرا مطلب تو صرف یہ ہے کہ اب تک ہوئے کیوں نہیں... کیا آپ کو ابھی ابھی اطلاع ملی ہے... اخبارات دیکھ کر۔''

''جی نہیں... اطلاع تو رات مل گئی تھی۔'' انہوں نے کہا۔

''غضب خدا کا... اطلاع رات کو ہی مل گئی تھی... اور یہاں اب تک ایک کانسٹیبل بھی نظر نہیں آ رہا۔''

''آپ کو حالات معلوم نہیں سر... کانسٹیبلوں کی پوری فوج بھی یہاں کچھ نہیں کر سکے گی... وہ شخص عام طریقے سے حملہ نہیں کرے گا... اس کا پروگرام کچھ اور ہے۔''

''اوہ... اوہ وہ کیا ہے۔''

''میں آپ سے تھوڑی دیر بعد ملاقات کروں گا... ہم سب آپ کے پاس آ رہے ہیں... آپ کے ارد گرد موجود رہیں گے... آپ پر ہونے والا حملہ ہم اپنے اوپر لیں گے... آپ فکر نہ کریں۔''

''لیجیے کہہ رہے ہیں فکر نہ کریں... ان حالات میں تو میں فکر کے علاوہ کچھ اور کر ہی نہیں سکتا۔''

''اچھی بات ہے... ہم آ رہے ہیں...'' انہوں نے منہ بنا کر کہا... دوسری طرف سے موبائل بند کر دیا گیا۔

''میرا خیال ہے... پہلے ہمیں مونا ساگر صاحب کے ہاں پہنچ جانا چاہیے... ورنہ وہ صدر صاحب سے ہماری شکایت لگائیں گے... بلکہ میرا خیال ہے... اس وقت وہ یہی کام کر رہے ہوں گے۔''

''ویسے جمشید! ان کی شکایت ہے درست... ہمیں رات ہی حفاظتی انتظام کر لینے چاہییں تھے۔'' آئی جی بولے۔

''جی ہاں! یہ تو ہے... اب تو غلطی ہوگئی...'' انہوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا... انہوں نے آئی جی صاحب کے ادب کی وجہ سے یہ پھر بھی نہیں کہا کہ سر! میں تو شہر میں تھا ہی نہیں۔

اب سب لوگ مونا ساگر کی کوٹھی پہنچے... ان کی عظیم الشان کوٹھی دو پہاڑیوں کے درمیان تھی... ان پہاڑیوں پر سبزہ ہی سبزہ تھا اور اس طرح کوٹھی کا حسن حد درجے بڑھ گیا تھا۔

''ان پہاڑیوں کے ہوتے ہوئے تو کوٹھی کی حفاظت بہت آسان ہو گئی ہے... کوئی کس طرح یہاں حملہ آور ہوسکتا ہے۔'' فاروق نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا... لیکن فرزانہ نے اس کی بڑبڑاہٹ سن لی۔

''تو تمہارا خیال ہے... لی شن سامنے سے وار کرے گا... اس خیال پر منہ دھو کر رکھو۔'' اس نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

''منہ دھو رکھنے کی بھی ایک ہی کہی... اس موقعے کے لیے کوئی

محاورہ نہیں رہ گیا تھا... شاید اسی کو کہتے ہیں ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔''

''لو اور سنو... یہ اس نے موقع محل بتایا ہے۔'' محمود ہنسا۔

''اگر تم اس سے بہتر موقع محل بتا سکتے ہو تو ہم وہ سننے کے لیے تیار ہیں۔'' فرزانہ اس کی طرف الٹ پڑی۔

''اللہ کا شکر ہے... ان دونوں میں تو ٹھنی...'' فاروق خوش ہو کر بولا۔

''ہائیں ہائیں... تم ہمیں لڑانا چاہتے ہو... تم نے سنا محمود'' فرزانہ جلدی سے بولی۔

''مجبوری ہے... میں بہرہ نہیں ہوں۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''یہ اس میں بہرہ پن کہاں سے آکودا۔'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

''کون... کہاں آکودا خان رحمان۔'' پروفیسر بے دھیانی کے عالم میں بولے۔

''جی... بہرہ پن۔'' خان رحمان جلدی سے بولے۔

''حد ہوگئی... بہرہ پن بھی کبھی کود سکتا ہے۔'' پروفیسر جھلا اٹھے۔

''توبہ ہے تم سے۔'' انسپکٹر جمشید نے تلملا کر کہا۔

‘‘یہ... یہ تم نے ہم سے کہا جمشید... یعنی مجھ سے اور خان رحمان سے۔’’ پروفیسر دھک سے رہ گئے۔

‘‘نن... نہیں پروفیسر صاحب... ان تینوں سے کہا ہے۔’’

‘‘اوہ اچھا پھر تو ٹھیک ہے... میں سمجھا، تم نے ہم دونوں سے کہا ہے۔’’

‘‘جی نہیں... میری ایسی مجال کہاں۔’’ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

‘‘لیجیے... روک رہے تھے ہمیں... خود بھی ہماری باتوں کے دھارے میں بہہ گئے...’’

‘‘ہم بھول رہے ہیں... آئی جی صاحب ہمارے ساتھ ہیں۔’’ انسپکٹر جمشید کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

‘‘انہیں نہ روکو جمشید... چلنے دو۔’’ آئی جی ہنسے۔

‘‘شش شکریہ انکل آئی جی۔’’ تینوں ایک ساتھ بول اٹھے... وہ اور زیادہ مسکرا پڑے... ایسے میں ایک آواز گونجی:

‘‘خبردار! آپ لوگ وہیں ٹھہریں... اس جگہ سے آگے بغیر تلاشی کے آپ نہیں آسکتے۔’’

انہوں نے دیکھا... کوٹھی کے گیٹ پر کھڑے چار گن مینوں میں سے ایک نے یہ وارننگ دی تھی:

‘‘یہ آئی جی صاحب...’’ انسپکٹر جمشید نے گویا اسے خبردار کیا۔

‘‘آج کے دن... کسی کو آگے نہیں آنے دیا جاسکتا...’’ وہی پھر بولا۔

‘‘اگر ہم آگے نہیں آسکیں گے تو حفاظتی انتظامات کون کرائے گے اور یہ کون چیک کرے گا کہ اندر خطرہ کہاں ہے۔’’

‘‘اندر خطرہ... خطرہ باہر ہوگا یا اندر۔’’

‘‘اندر بھی خطرے کا اتنا ہی امکان ہے... جتنا کہ باہر... اندر بھی چیک کرنا ہوگا اور باہر بھی... آپ مونا ساگر کو اطلاع دیں... آئی جی صاحب آئے ہیں۔’’

‘‘اچھی بات ہے۔’’

اور پھر بھاری بھرکم اور پکے رنگ کا ایک شخص شور مچاتا ہوا باہر نکل آیا:

‘‘یہ کیا مذاق ہے... آپ لوگ اب آئے ہیں... شہر کا بچہ بچہ اس بات کو جان چکا ہے کہ میری زندگی خطرے میں ہے... اگر کسی کو نہیں معلوم تو پولیس کو... شیخ صاحب... کیا یہی ہیں آپ کے انتظامات۔’’ وہ رکے بغیر کہتا چلا گیا۔

‘‘اصل میں بات یہ ہے ساگر صاحب... پہلے اس قسم کی خبروں کی

تہہ میں جانا پڑتا ہے... پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ یہ کسی کا مذاق تو نہیں... اگر یہ کسی کا مذاق ہو اور ہم بڑے پیمانے پر تیاریاں شروع کر دیں تو پھر جگ ہنسائی ہوتی ہے... آپ پریشان نہ ہوں... میں اپنے ساتھ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کو لایا ہوں اور ان حضرات کو ایسے معاملات کے بہت تجربات ہیں... نہ جانے ایسے کتنے چیلنجوں کا سامنا کر چکے ہیں... آپ بس بے فکر ہو جائیں اور انہیں اپنا کام کرنے دیجیے... ہم یہاں آپ کے ساتھ تو رہیں گے... آپ کی پوری کوٹھی کے اردگرد بہترین کارکن موجود ہوں گے... ان شاء اللہ کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا۔''

''مجھے اس سے دلچسپی نہیں کہ پرندہ پر مار سکے گا یا نہیں... میں تو چاہتا ہوں... دشمن اپنا وار نہ کر سکے۔''

ایسے میں انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی... انہوں نے دیکھا... فون لی شن کا تھا، انہوں نے فوراً موبائل آن کیا:

''انسپکٹر جمشید... آپ کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''آج شام ٹھیک چار بجے مونا ساگر کا کام تمام کر دیا جائے گا... ایک منٹ ادھر سے ادھر نہیں ہو سکے گا... لہٰذا آپ دیکھ لیں... آپ

کے پاس کتنا وقت ہے اور اس وقت میں آپ کو کیا کچھ کرنا ہے۔''

''ٹھیک ہے... آپ ہمیں اپنا کام کرنے دیں... آپ اپنا کام کریں۔'' انہوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

''او کے... اب مونا ساگر کا کام ختم کرنے کے بعد ہی فون کروں گا۔'' لی شن کی آواز سنائی دی... اور ساتھ ہی فون بند ہوگیا۔

انہوں نے آئی جی صاحب کو فون کے بارے میں بتا دیا... وہ گھبرا گئے۔

''ساگر صاحب... اب آپ آرام کریں اور ہمیں اپنا کام کرنے دیں... کیونکہ ہمارے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے... لی شن نے آپ کی موت کے لیے چار بجے کا وقت طے کیا ہے۔''

''نن نہیں۔'' وہ چلا اٹھے... ان کے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی۔

''آپ اندر چلیں اپنے کمرے میں... اور ہمیں یہاں کام کرنے کی فوراً اجازت دے دیں... کوٹھی کے محافظوں اور دوسرے ملازمین کو ہدایات دے دیں... کہ یہ ہماری ہدایات پر عمل کریں۔''

''تم سب لوگ وہی کرتے رہنا... جو یہ حضرات کہتے رہیں... سنا تم نے۔'' انہوں نے بہت مشکل سے کہا... شاید اندر سے آواز نکالنا ان

کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔

''جی سر۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ اندر جانے کے لیے مڑ گئے... انہیں ان کے کمرے میں پہنچا کر وہ ایک جگہ جمع ہوئے... آئی جی صاحب نے فورس کے لیے ہدایات دینا شروع کیں۔ ہر قسم کے ماہرین کو بھی ہدایات دیں... ادھر انسپکٹر جمشید نے پروفیسر سے کہا:

''یہاں سب سے اہم کام آپ کا ہے۔''

''وہ کیسے جمشید۔''

''لی شن اپنے آدمیوں کے ذریعے براہ راست حملہ آور نہیں ہوگا... یہ واردات کسی اور طرح کی جائے گی... لہٰذا آپ آلات کے ذریعے کوٹھی کا جائزہ لے لیں۔ ہم اپنے طور پر کوٹھی کی تلاشی شروع کرتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... کیا میں خان رحمان کو اپنے معاون کے طور پر ساتھ لے جاسکتا ہوں...'' یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے بھی۔

''ضرور... کیوں نہیں۔''

''آؤ خان رحمان۔''

وہ ایک سمت میں آگے بڑھ گئے۔

''اب رہ گئے ہم... ہمیں پہلے پوری کوٹھی کی تلاشی لینی ہے... یہاں کوئی ٹائم بم... نہ نصب کیا گیا ہو۔''

''ٹھیک ہے ابا جان... آپ فکر نہ کریں... ایسی کوئی چیز ہوئی تو ہم اسے تلاش کر لیں گے۔''

''چلو پھر شروع کرتے ہیں۔''

انہوں نے کوٹھی کے ایک ایک چپے چپے کو دیکھنا شروع کیا... ایک ایک کرکے تمام کمروں کو دیکھا... صحن کو دیکھا... باغ کو چیک کیا... آخر میں انہوں نے موٹا ساگر کے کمرے کے دروازے پر دستک دی:

''کون؟''

''انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی۔''

''کیا بات ہے۔'' اکھڑ انداز میں کہا گیا۔

''ساری کوٹھی کی تلاشی لی جا چکی... صرف آپ کا کمرہ باقی ہے اور ہمارا خیال ہے... کہ گڑ بڑ ہے تو آپ کے کمرے میں ہے... لہٰذا ہم اس کمرے کو چیک کرنا چاہتے ہیں۔''

''میں اندر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ موجود ہوں... کیا انہیں لے کر ساتھ والے کمرے میں چلا جاؤں یا انہیں دوسرے کمرے میں بھیج دوں اور خود آپ کے ساتھ رہوں۔''

"جیسے آپ پسند کریں... ہمیں تو بس اندر کی تلاشی لینی ہے۔"

"اچھی بات ہے... میں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گا... انہیں ساتھ والے کمرے میں بھیج دیتا ہوں۔"

"تلاشی تو ہمیں اس کمرے کی بھی لینا پڑے گی۔"

"اس وقت ہم ادھر آجائیں گے۔"

"ٹھیک ہے..."

"اچھی بات ہے... آپ لوگ ذرا ٹھہریں۔"

"ٹھیک ہے... جناب!"

پھر ایک منٹ بعد دروازہ کھل گیا:

"آپ اندر آسکتے ہیں۔"

وہ اندر داخل ہوئے... کمرہ بہت کشادہ تھا... اس میں ایک طرف دیوار کے ساتھ بیڈ تھا... بیڈ کے ایک طرف میز اور کرسیاں تھیں۔ ایک کونے میں مطالعے کی میز تھی ... سامنے والی دیوار میں دوسرے کمرے کا دروازہ تھا... اور بائیں طرف باتھ روم تھا... انہوں نے اس کمرے کے ایک ایک انچ کا جائزہ شروع کیا... اس طرح کافی دیر گزر گئی... لیکن کوئی چیز نظر نہ آسکی:

"لگتا ہے... آج کا دن ناکامی کا دن ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تمہیں لگتا ہوگا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"واہ! تم نے میرے منہ کی بات چھین لی۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"نن نہیں تو... بھائی سفید جھوٹ تو نہ بولا۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"ارے بائیں... یہ کیا!!!"

انہوں نے انسپکٹر جمشید کی حیرت میں ڈوبی آواز سنی، ساتھ ہی انہوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی:

☆☆☆☆☆

ڈرنا مجبوری

پہلے تو انہوں نے اپنے ابا جان کی طرف دیکھا... پھر دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے... اسی وقت خان رحمان اندر داخل ہو گئے... ان کے چہرے پر جوش سوار ہوگیا:

''جمشید! پروفیسر داؤد نے میدان مار لیا... باغ میں بہت بڑا بم دفن ہے... اگر وہ پھٹ جاتا تو یہ پوری کوٹھی ملبے کا ڈھیر بن جاتی۔''

''نن نہیں۔'' وہ چلائے اور پھر سب باغ کی طرف دوڑ پڑے، وہاں پروفیسر داؤد حیرت کا بت بنے کھڑے تھے:

''پپ پروفیسر انکل... آپ نے کہیں کسی جادوئی دیس میں پیچھے مڑ کر تو نہیں دیکھ لیا۔'' فاروق نے مارے حیرت کے کہا... کیونکہ پروفیسر داؤد واقعی بالکل ساکت کھڑے تھے... یہاں تک کہ پلکیں بھی نہیں جھپک رہے تھے۔

''ہوں... آں... اوہ... تم آگئے... جمشید! اللہ نے بہت بڑا کرم

فرمایا... اگر یہ پھٹ جاتا تو ہم سب گئے تھے کام سے... اور یہ بات تو طے ہے کہ آج ہمیں یہیں رہنا تھا۔''

''ہوں... لیکن بم ہے کہاں۔''

''یہاں دفن ہے۔''

''گویا ابھی زمین کھود کر اسے نکالا نہیں گیا۔''

''نہیں... بم ڈسپوزل اسکواڈ کو فون کر دیا گیا ہے... یہ ہمارا کام ہے بھی نہیں... کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ دشمن وقت سے پہلے ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دے۔''

''ارے باپ رے۔'' خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

''یار خان رحمان... شرم کرو... تم ایک فوجی ہو۔'' پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

''اوہ ہاں! یہ تو میں بھول گیا۔''

''چلیے اللہ کا شکر ادا کیجیے کہ آپ کو یہ بات یاد آگئی... اب کہیں پھر نہ بھول جائیے گا۔''

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

اور وہ لگے مسکرانے... پھر بم ڈسپوزل اسکواڈ وہاں پہنچ گیا... اس نے اپنا کام شروع کر دیا... یہ اطلاع مونا ساگر صاحب کو بھی ہو گئی

تھی، لہذا وہ بھی خوف زدہ انداز میں باہر آگئے تھے... انہیں دیکھ کر انسپکٹر جمشید بولے:

"آپ کو باہر نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"لیکن جناب! بم پھٹنے کی صورت میں تو اندر بھی خطرہ ہے اور باہر بھی... لہذا میرے باہر نکل آنے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔" مونا ساگر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ابھی ہمیں یہ معلوم نہیں کہ دشمن کا وار کس رخ سے ہوگا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"وہ تو اب پتا چل چکا ہے۔"

"ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے... ہمیں پوری طرح محتاط رہنا ہوگا۔"

"لیکن اب مجھے اندر بھی ڈر لگ رہا ہے۔"

"خیر... آپ کی مرضی... پہلے ہم اس بم کو بے کار کروالیں، پھر آپ کے بارے میں سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔"

انہوں نے سر ہلا دیے، جلد ہی بم سکواڈ نے زمین کھود کر بم باہر نکال لیا اور اسے بے کار کر دیا:

"بہت طاقت ور بم ہے... اس پوری کوٹھی کا تو صفایا ہو ہی جاتا تھا... آس پاس کی عمارتوں کو بھی نقصان پہنچتا۔"

"اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔" آئی جی بولے۔

اب وہ کمرے میں آگئے... سب لوگ میز کے گرد بیٹھ گئے... ایسے میں فرزانہ کو یاد آیا... وہ بول اٹھی:

"اور ابا جان... آپ کو کمرے میں کیا نظر آیا تھا۔"

"اوہ ہاں اسے تو میں بھول ہی گیا... مجھے چھت پر ایک مکڑی نظر آئی تھی۔"

"مکڑی..." ان سب کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! مکڑی۔" وہ بولے۔

"لیکن اس میں عجیب بات کیا ہے... گھروں میں تو مکڑیاں ہوتی ہی ہیں۔"

"عام گھر میں ہوتی ہیں... خاص گھروں میں تو ایسی چیزوں سے محفوظ رہنے کے لیے خاص قسم کے اسپرے کیے جاتے ہیں... مکھی، چیونٹی، مکڑی جیسی کوئی چیز قطعاً نظر نہیں آتی... لیکن مجھے ان کے کمرے کی چھت پر مکڑی نظر آئی تھی، اس لیے میں چونکا تھا۔"

ان سب نے فوراً چھت پر دیکھا... پوری چھت پر کوئی مکڑی نہیں تھی... غور سے دیکھ لینے کے بعد فرزانہ نے کہا:

"لیکن ابا جان! اب تو یہاں وہ مکڑی نہیں ہے۔"

"اسے... اسے تلاش کرنا ہوگا۔" وہ گھبرا کر بولے۔

"مکڑی کی تلاش۔" محمود بولا۔

"اوہ ارے ہائیں... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ہوسکتا ہوگا... ہم کوئی ناول نگار نہیں ہیں... نہ تم ناول لکھ رہے ہو... یہاں ریموٹ بم برآمد ہو رہے ہیں اور انہیں ناولوں کے نام سوجھ رہے ہیں۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"اچھا بھائی... ناراض کیوں ہوتے ہو... اب ناولوں کے ناموں پر بات نہیں کروں گا..." فاروق گھبرا کر بولا۔

اب انہوں نے کمرے میں مکڑی کی تلاش شروع کی... لیکن وہ انہیں کہیں بھی نظر نہیں آئی... تھک ہار کر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"آپ کے لیے میرا ایک مشورہ ہے۔"

"اور وہ کیا؟" مونا ساگر نے جلدی سے کہا۔

"آپ اس کوٹھی سے کہیں اور چلے جائیں، یعنی صرف ایک دن کے لیے۔"

"لیکن کیوں! اب یہاں کیا خطرہ رہ گیا... بم تو برآمد کرلیا گیا ہے... اور اسے ناکارہ کر دیا گیا ہے۔"

"لیکن ہم اس مکڑی کو تلاش نہیں کرسکے۔"

"حد ہوگئی... اب ہم ایک مکڑی سے ڈریں گے۔" مونا ساگر بھنا کر بولے۔

"مجبوری ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ کا مطلب ہے... مکڑی سے ڈرنا مجبوری ہے۔"

"ہاں! یہی بات ہے... ویسے کیا آپ نے کبھی اپنے گھر میں کہیں مکڑی دیکھی۔"

"ہرگز نہیں... یہاں تو خاص قسم کے ماہرین ہر چھ ماہ بعد اسپرے کر کے جاتے ہیں... کسی چیز کے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"لیکن تھوڑی دیر پہلے میں نے اس کمرے کی چھت پر مکڑی دیکھی ہے۔"

"اوہو جمشید! آخر ہم ایک مکڑی سے کیوں ڈریں۔"

"اس لیے کہ مکڑیوں کی ان گنت قسمیں ہیں... اور ان میں سے بعض تو اس قدر زہریلی ہوتی ہیں کہ سانپ سے بھی زیادہ خطرناک... ان کا کاٹا پانی نہیں مانگتا۔"

"اس کے باوجود میں اپنے گھر میں رہنا پسند کروں گا... ہاں آپ کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہیں تو اس مکڑی کو تلاش کر لیں اور مار

ڈائیں۔''

''آپ کی مرضی... آؤ بھئی ایک بار پھر مکڑی کو تلاش کریں... آخر وہ چلی کہاں گئی۔''

''یہ تو اللہ کو پتا ہے۔''

ایک بار پھر انہوں نے مکڑی کی تلاش شروع کر دی... موٹا ساگر اپنے کمرے سے بڑے بڑے منہ بناتے چلے گئے:

''ابا جان! مجھے ایک خیال سوجھا ہے۔'' فرزانہ نے گہری سوچ میں گم انداز میں کہا۔

''اللہ کا شکر ہے...'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

فرزانہ نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی تو پھر بول اٹھا:

''آپ نے دیکھا... اللہ کا شکر ادا کرنے پر مجھے گھور رہی ہے۔''

''حد ہوگئی... کام کی بات درمیان میں رہ جاتی ہے...'' انسپکٹر جمشید بھنا اٹھے... باقی مسکرا دیے۔

''فرض کریں یہ کیس کوئی اور کر رہا ہوتا... تو بم برآمد ہونے کے بعد آرام سے بیٹھ جاتا اور بے فکر ہو جاتا... لیکن ہم اتنے ہی فکر مند ہیں... اور ایک مکڑی کی تلاش کے پیچھے پڑ گئے ہیں... اگر ہمارے دشمن نے بم کو چارے کو طور پر استعمال کیا تھا... تو کیا اس نے مکڑی کو بھی

ہمیں الجھائے رکھنے کے لیے استعمال نہیں کیا ہوگا...'' فرزانہ یہاں تک کہہ کر رک گئی۔

''ہوں... فرزانہ تمہاری بات میں وزن ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''لیکن کتنا۔'' فاروق فوراً بولا۔

''تول کر بتا سکتے ہیں۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''کہنے کا مطلب یہ کہ اس نے مکڑی ہمیں خود دکھائی تھی... لیکن موٹا ساگر صاحب کو ہلاک کرنے کے لیے ہتھیار وہ کوئی استعمال کرے گا۔''

''ارے باپ رے۔'' خان رحمان گھبرا گئے۔

''واقعی اس کا امکان ہے... اور اس کا مطلب ہے... وہ اخبارات میں خبریں شائع کرانے سے پہلے ہی یہ سارے انتظامات کر چکا ہے... اب دیکھونا... بم وہ پہلے ہی زمین میں دبا چکا ہے... اسی طرح یہاں مکڑی چھوڑ چکا ہے... اب جس ہتھیار سے وہ کام لے گا... وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔''

''ایسا ہی لگتا ہے... لیکن اس مکڑی کو تو ہمیں پھر بھی تلاش کرنا ہوگا، کیونکہ ابھی کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی۔''

انہوں نے سر ہلا دیے اور پھر سے مکڑی کی تلاش شروع کر دی...

ایسے میں دروازہ کھلا اور مونا ساگر کی صورت نظر آئی:

''مکڑی ملی۔''

''ابھی تک نہیں مل سکی۔''

''یہاں کوئی مکڑی تھی ہی نہیں... آپ لوگوں کو وہم ہوا ہے۔''

''ہم آپ کے لیے یہ سب کر رہے ہیں... لیکن آپ ہماری کوششوں کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہے... اگر آپ پسند کریں تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔''

''نہیں! میں تو صرف مکڑی والے معاملے کو فضول خیال کر رہا ہوں... ورنہ آپ کی ضرورت تو یہاں ہے۔''

''آپ خود سوچیں... آپ کی کوٹھی میں مکڑی کا کیا کام۔''

''گویا آپ یہ سمجھ رہے ہیں...''

''ارے باپ رے... وہ ... وہ دیکھو مکڑی۔'' فرزانہ چلا اٹھی۔

انہوں نے اس کی آنکھوں میں خوف پھیلتے دیکھا... ساتھ ہی اس نے انگلی سے اشارہ کیا تھا...

وہ یک دم اس سمت میں دوڑے اور پھر دھک سے رہ گئے، ان کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا... مکڑی مونا ساگر کی کمر پر ان

کے لباس کے اوپر موجود تھی:

☆☆☆☆☆

مکڑی

''ساگر صاحب! آپ ہلیے گا نہیں، مکڑی آپ کی کمر پر موجود ہے۔''

''کیا!!!'' وہ مارے خوف کے چلائے۔

''آپ فکر نہ کریں... میں ابھی اسے پکڑ لیتا ہوں۔'' پروفیسر داؤد نے اپنی جیب سے چمٹی نما ایک آلہ نکالا اور ان کی کمر کی طرف بڑھے:

''پہلے آپ اس کا غور سے جائزہ لے لیں... یہ مکڑی ہی ہے یا کوئی اور چیز... اور کیا یہ اصلی مکڑی ہے یا نقلی۔'' انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''اوہ اچھا...'' وہ جلدی سے بولے اور پھر اس چمٹی کو ہاتھ میں پکڑے ان کے بالکل نزدیک پہنچ گئے... مکڑی... ان کے کپڑوں سے چمٹی ہوئی تھی... غور سے دیکھتے ہی انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

''یہ عام مکڑی ہے... ہمیں اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں...

میں ابھی اسے چمٹی سے پکڑ لیتا ہوں۔''

''چلو شکر ہے... ہم تو اس خیال میں تھے کہ نہ جانے یہ کیا بلا ہے۔''

اور پھر پروفیسر داؤد نے اس مکڑی کو چمٹی سے پکڑلیا... وہ تیزی سے ٹانگیں چلانے لگی:

''اب اس کا کیا کروں جمشید... سنا ہے مکڑی کو مارنا نہیں چاہیے تھا... اس نے غار ثور کے منہ پر جالا بنایا تھا... جب کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں چھپے ہوئے تھے... اور کافر آپ کی تلاش میں تھے۔''

''ہاں! یہ بات تو واقعی سنی ہے... آپ اسے ماریں نہیں، لیکن کسی ڈبیا میں بند کر کے رکھ لیں... کیونکہ اس بات کا امکان بھی ہے کہ کہیں یہ بہت زیادہ زہریلی نہ ہو اور ہمارا دشمن یعنی لی شن اس کے ذریعے ساگر صاحب کو ہلاک نہ کرنا چاہتا ہو۔''

''ہوں... ٹھیک ہے... تم اس کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔''

پروفیسر داؤد نے کہا اور مکڑی کو ڈبیا میں بند کرنے کے لیے زمین پر بیٹھ گئے... جلد ہی انہوں نے اسے ڈبیا میں بند کر دیا۔ ایسے میں انہوں نے مونا ساگر کی آواز سنی:

"مم... میری طبیعت گھبرا رہی ہے... شدید گھبراہٹ شروع ہو گئی ہے۔"

"گھبرائیے نہیں... ابھی ڈاکٹر کو بلا لیتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی خان رحمان باہر نکل گئے... باہر ملازم موجود تھے... وہ ان سے بولے:

"مونا ساگر صاحب کے ڈاکٹر یہیں ہوتے ہیں یا انہیں بلانا پڑے گا۔"

"یہیں ہوتے ہیں... خیر تو ہے۔"

"جلد از جلد انہیں بلا کر لے آئیں... ساگر صاحب کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔"

ملازم نے دوڑ لگا دی اسی وقت۔ محمود کو ایک خوفناک خیال آیا... اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا... اس وقت اس نے شدید الجھن محسوس کی... کیونکہ وہ مونا ساگر کے سامنے اپنا خیال ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا... اور انہیں وہاں سے ایک طرف لے جانا بھی اس وقت مناسب نہیں تھا... اسی وقت اس نے دیکھا... مونا ساگر اب بہت لمبے لمبے سانس لے رہے تھے، پھر وہ بستر پر لیٹ گئے... ان کا رنگ اڑتا جا رہا تھا... انسپکٹر جمشید نے گھڑی کی طرف دیکھا... ابھی صرف بارہ بجے

تھے... شام کے چار بجنے میں پورے چار گھنٹے تھے... اور مونا ساگر کی طبیعت ابھی خراب ہو گئی تھی... اس بات نے انہیں فکر مند کر دیا۔

جلد ہی ان کے ڈاکٹر اندر داخل ہوئے اور جلدی جلدی انہیں چیک کرنے لگے... اس وقت تک ان کا رنگ بھی نیلا ہونے لگا تھا... ڈاکٹر صاحب نے جلد ہی اپنا معائنہ مکمل کر لیا اور بولے:

"انہیں زہر دیا گیا ہے۔"

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"انہیں فوراً ہسپتال لے جانا ہوگا... سارا خون تبدیل کرنا پڑے گا۔"

"تو پھر جلدی کریں۔"

آناً فاناً انہیں ہسپتال لے جانے کا انتظام کیا گیا... وہ بھی ان کے ساتھ ہسپتال آ گئے... اب انہیں باہر ٹھہرنا تھا... کیونکہ ڈاکٹر حضرات کو اپنا کام کرنا تھا:

"کوئی بات ذہن میں آئی جمشید... آخر انہیں زہر کس طرح دیا گیا۔" خان رحمان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اس مکڑی کے ذریعے۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

''ہاں! یہی بات ہے... ہم نے دوسری بار مکڑی کو ان کی کمر پر دیکھا... اس سے پہلے وہ ضرور ان کی گردن کے پاس رہی ہوگی... اور اس نے ان کی گردن پر کاٹا ہوگا۔ کاٹتے ہی وہ نیچے آگئی ہوگی... اس طرح انہیں سوئی چبھنے جتنی تکلیف ہوئی ہوگی... جیسے کوئی چیونٹی کاٹ جائے... انہوں نے گردن پر ہاتھ پھیر کر دیکھا ہوگا... لیکن مکڑی وہاں سے نیچے آچکی تھی... انہیں گردن پر کیا ملتا۔''

''چلیے مان لیا... کہ انہیں مکڑی نے کاٹا ہے... سوال تو یہ ہے کہ مکڑی تو پہلے چھت پر تھی... وہ چھت سے اتر کر ان کے جسم پر کیسے پہنچ گئی...'' محمود بولا۔

''ابھی میں اس بات کی وضاحت نہیں کرسکتا... پہلے ڈاکٹر حضرات کو اپنا کام کر لینے دو... پھر کچھ بتا سکوں گا۔'' انہوں نے جواب دیا۔

''مم... مجھے یہ سب کچھ عجیب لگ رہا ہے... آپ ہمیں... میرا مطلب ہے... ہم تینوں کو اجازت دیں۔'' فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''اجازت دیں... کس بات کی اجازت۔''

''میں چاہتی ہوں... آپ یہاں ٹھہریں... لیکن ہمیں مونا ساگر صاحب کی کوٹھی میں جانا چاہیے۔''

''اوہ ہاں واقعی... ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے... تم لوگوں کو وہیں چھوڑ کر آنا چاہیے تھا۔''

''لہٰذا ہمیں اجازت دیں۔''

''ٹھیک ہے... تم روانہ ہو جاؤ...''

وہ اسی وقت اپنی گاڑی میں روانہ ہوئے... مونا ساگر کی کوٹھی میں پہنچتے ہی انہوں نے اپنا کام شروع کردیا۔ انہوں نے وہاں موجود پولیس آفیسر سے کہا:

''ہم لوگ کوٹھی کے ملازمین سے ایک ایک کرکے سوالات کرنا چاہتے ہیں... آپ انہیں باری باری بھیجتے رہیں۔''

''اچھی بات ہے... ساگر صاحب کا کیا حال ہے۔''

''ابھی تو انہیں اندر لے کر گئے ہیں... خون تبدیل ہونے کے بعد کچھ معلوم ہو سکے گا۔''

''اوہ اچھا۔''

اب وہ کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں آبیٹھے۔ جلد ہی ایک لمبے قد کا ملازم اندر داخل ہوا:

''تشریف رکھیے... اپنا نام اور کام بتائیے۔''

''میرا نام شوقی ہے... میں مالی ہوں۔''

''یہ شوفی کیا نام ہوا... پورا نام بتائیں۔'' محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

''اصل میں شفاعت ہے... بگڑ کر شوفی ہوگیا۔''

''باغ میں اتنا بڑا بم کوئی دبا کر چلا گیا اور آپ کو پتا تک نہیں چلا، آپ کیسے مالی ہیں۔''

''بہت اچھا ہوں۔'' اس نے جل کر کہا۔

''وہ کیسے۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''بم رات میں کسی وقت دبایا گیا... مالی رات کو کام نہیں کرتے... صبح اخبارات میں خبریں شائع ہوگئی تھیں... اس لیے... ہم لوگ تو اپنے کوارٹرز میں بند ہوگئے تھے کہ کوئی ہم پر ہی شک نہ کرے... جب تک صاحب نے نہیں بلایا... ہم باہر نہیں نکلے... اور آج باغ میں کوئی کام نہیں ہوا... بس سب صاحب کے اردگرد بیٹھے رہے تھے...''

''جواب معقول ہے... لیکن... وہ بم آج رات نہیں دبایا گیا۔ وہ تو دو تین دن پہلے دبایا گیا تھا...'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔''

''ایک دن پہلے گڑھا کھود کر کوئی چیز دبائی جائے تو مٹی اتنی دبی ہوئی نہیں ہوتی... چند دن پہلے اگر گڑھا کھود کر کوئی چیز دبائی گئی ہو تو

مٹی کافی حد تک دب جاتی ہے... لہٰذا جب ہم نے کھدائی کرائی تھی... تو یہ اندازہ اسی وقت لگا لیا گیا تھا۔''

''اس سے بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا... انہوں نے گڑھا کھود کر مٹی کو کسی وزنی رولر وغیرہ سے دبا دیا ہوگا اوپر گھاس والے ٹکڑے رکھ کر رولر پھیر دیا ہوگا۔'' اس نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

''یہ ترکیب بھی آپ نے انہیں بتائی ہوگی۔''

''حد ہوگئی... آپ تو زبردستی مجھے پھانسنا چاہتے ہیں، لیکن آپ ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔'' وہ چلا کر بولا۔

''وہ کیوں؟''

''اس لیے کہ میرا اس بم سے دور کا بھی تعلق نہیں... دوسرے یہ کہ صاحب مجھ پر پورا اعتماد کرتے ہیں۔''

''آپ دراصل بات کو سمجھ نہیں رہے... کوٹھی کے باغ سے ایک خوفناک تباہی مچانے والا بم برآمد ہوا ہے... اور آپ مالی ہیں... آپ کو باغ میں ہونے والی تبدیلی کا کیوں پتا نہیں چلا... مالی کو تو ذرا سی تبدیلی بھی نظر آجانی چاہیے... جب عدالت میں جج صاحب آپ سے یہ سوال کریں گے تو اس وقت آپ وہاں جواب نہیں دے پائیں گے...''

''کک... کیا مطلب... یہ یہاں جج صاحب کہاں سے نکل آئے... کیا آپ لوگ مجھ پر مقدمہ قائم کر رہے ہیں۔''

''ہاں بالکل... آپ پر مقدمہ بن کر رہے گا۔''

''کیا بات کرتے ہیں... آخر میں نے کیا کیا ہے۔''

''اوہ ارے باپ رے... یہ... یہ کیا۔'' مارے خوف کے فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی... دوسرے ہی لمحے وہ بُری طرح مالی سے ٹکرائی تھی... وہ دھڑام سے گرا... فرزانہ خود بھی فرش پر آرہی... مارے خوف کے محمود اور فاروق کے رنگ اڑ گئے۔ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ایسے میں محمود کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی:

☆☆☆☆☆

اصلی یا نقلی

محمود، فاروق اور فرزانہ کو گئے ابھی آدھ گھنٹا ہی ہوا ہوگا کہ انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی... انہوں نے دیکھا... اسکرین پر لی ٹن کا نام تھا... انہوں نے بُرا سا منہ بنایا اور موبائل آن کرتے ہوئے بولے:

''جی... فرمایئے۔'' ان کے انداز میں گہرا طنز تھا۔

''انسپکٹر جمشید... صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں... اس کے بعد مونا ساگر کو موت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔''

''اللہ مالک ہے۔'' وہ بولے۔

''جال پوری طرح بچھ چکا ہے... تم سب اس وقت میرے جال میں ہو... تم اس جال سے نکل نہیں سکتے... کل کے اخبارات آج کے ایک ایک پل کی کہانی شائع کریں گے... کہانی لکھی جا رہی ہے... آپ ابھی تک پوری طرح نا کام ہیں... آپ تو ابھی تک یہ بھی

نہیں جان سکے... کہ مونا ساگر کو ہلاک کرنے کے لیے میں نے کون سا طریقہ اختیار کیا ہے ... بہر حال کہنے کا مطلب ہے کہ مونا ساگر اب موت کی طرف بڑھ رہے ہیں، ٹھیک چار بجے۔ وقت یاد رکھیں... جو کچھ کرسکتے ہیں، کرلیں... میں نے خبردار کر دیا ہے... اور اس سے زیادہ میں کیا کرسکتا ہوں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی موبائل آف کر دیا گیا... انہوں نے بُرا سا منہ بنایا اور پھر ڈاکٹرز کی طرف لپکے:

''مونا ساگر چونکہ آپریشن تھیٹر میں تھے اور اس کمرے کا دروازہ بند تھا... اس لیے انہیں دروازے پر ہی روک لیا گیا:

''مجھے ڈاکٹر صاحبان سے ضروری بات کرنی ہے۔''

''کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔''

''آپ خود اندر جا کر انہیں بتائیں...مونا ساگر کی زندگی شدید خطرے میں ہے... مجھے ابھی ابھی ایک بات معلوم ہوئی ہے... وہ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں۔''

''لیکن جناب ہم کیا کریں... ہمیں تو یہی ہدایات ہیں کہ...''

انسپکٹر جمشید نے یک دم دونوں ہاتھوں سے ان دونوں کو پرے دھکیل دیا اور اندر داخل ہو گئے... وہ دونوں ارے ارے کرتے ان کے

پیچھے دوڑے... ادھر اندر موجود ڈاکٹر صاحبان گھبرا گئے:

''یہ... یہ کیا ہو رہا ہے۔'' ایک ڈاکٹر گرجا۔

''آپ انہیں روکیں... ورنہ میں سخت قدم اٹھا بیٹھوں گا...مونا ساگر صاحب کے بارے میں ان کے دشمنوں کی طرف سے ابھی ابھی فون وصول ہوا ہے... میں اس بارے میں آپ لوگوں کو بتانے کے لیے اندر آیا ہوں اور یہ لوگ مجھے روک رہے ہیں... پہلے تو آپ انہیں باہر جانے کے لیے کہیں۔''

''لیکن سر! آپ کی تعریف...'' ایک ڈاکٹر نے طنزیہ کہا۔

''یہ ایک ہی رہی... ارے بھئی... ہم لوگ ہی انہیں لائے ہیں... اور میرا نام انسپکٹر جمشید ہے۔''

''نام کچھ سنا ہوا لگتا ہے... آپ باہر تشریف رکھیں ... ہم اپنا کام کر کے آپ سے بات کریں گے۔''

''حد ہوگئی... میں کہتا ہوں... پہلے میری بات سن لیں ... ورنہ پھر وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔''

''آپ کے ہاتھ سے یا ہمارے ہاتھ سے، دوسرے نے بھی طنزیہ انداز میں کہا... اب تو وہ بُری طرح چونک اٹھے... انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے... ان کا ہاتھ غیرمحسوس طور پر جیب میں

ریننگ گیا... پھر جب وہ باہر آیا تو اس میں پستول تھا:

''خبردار... تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔''

''کوئی فرق نہیں پڑے گا... ہمیں تم پر حملہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں... لہٰذا ہاتھ کیوں اٹھائیں۔''

''خوب خوب... تو بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی۔'' انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا... پھر خان رحمان کی طرف مڑے:

''خان رحمان... آئی جی صاحب کو فون کرو... ان سے کہو... یہاں آپ کی فوری ضرورت ہے... ورنہ پھر مونا ساگر صاحب کو بچایا نہیں جا سکے گا...''

''اچھی بات ہے... جمشید۔'' انہوں نے کہا اور فون کرنے لگے۔ انہیں ہسپتال میں چھوڑ کر وہ دفتر جا چکے تھے... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی:

''خان صاحب! یہ آپ ہیں۔''

''جی ہاں سر... اب سنیے... جمشید آپ کو فوری طور ہسپتال بلا رہے ہیں... ان کا کہنا ہے کہ اگر بروقت کوئی قدم نہ اٹھایا گیا تو مونا ساگر صاحب کو بچایا نہیں جا سکے گا...''

''اچھی بات ہے... میں آرہا ہوں۔''

انہوں نے فون بند کر دیا اور انسپکٹر جمشید کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

''وہ آرہے ہیں جمشید۔''

''بہت خوب! تم بھی اپنا پستول نکال لو اور ان کی طرف تان لو... یہ لوگ اصلی ڈاکٹر نہیں ہیں۔''

''کیا!!!'' خان رحمان اور پروفیسر داؤد چلا اٹھے۔

فوری طور پر ان کے پستول بھی ہاتھوں میں نظر آئے۔ کمرے میں موجود چار کے چار ڈاکٹروں نے اب بھی ہاتھ نہ اٹھائے... اس پر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''اگر اب بھی تم نے ہاتھ نہ اٹھائے تو تم میں سے ایک کے کان کی لو اڑا دوں گا... پھر نہ کہنا۔''

وہ ٹس سے مس نہ ہوئے جیسے بہرے ہوں... اب انہوں نے فائر کرنے میں دیر نہ لگائی، دوسرے ہی لمحے ان میں سے ایک کے منہ سے دل دوز چیخ نکل گئی... اس کے کان سے خون بہتا نظر آیا... یہ دیکھ کر باقی تین تھرا اٹھے:

''اب ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ ہاتھ اٹھا دیے:

"اب میری بات غور سے سنو... ادھر مونا ساگر کی جان نکلے گی... ادھر تم چاروں کی جان نکلے گی... اپنی جانیں بچانا چاہتے ہو تو فوراً بتادو... ان کی جانے کیسے بچائی جا سکتی ہے... انہیں کیا چیز دی گئی ہے۔"

"نن نہیں۔" وہ چاروں ایک ساتھ چلائے... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"بتاؤ... انہیں کیا چیز دی گئی ہے۔"

"ہم نے... ہم نے کچھ نہیں دیا... ہمیں تو صرف یہ ہدایات ہیں کہ بس ان کے پاس رہنا ہے... جب تک کہ ان کی جان نہ نکل جائے... اور کوئی ڈاکٹر ان کے نزدیک نہ آنے پائے۔"

"لیکن تم ہسپتال میں آ کیسے گئے۔"

"ہسپتال میں آنا کیا مشکل ہے... بس جسم پر ڈاکٹروں والا کوٹ ہونا چاہیے... ڈاکٹر لوگوں کو یہاں کون روکتا ہے۔"

"ہاں واقعی... لیکن پھر بھی... آخر یہاں دوسرا عملہ ہوتا ہے... نرسیں ہوتی ہیں... انہیں کیوں پتا نہیں چلا کہ تم نقلی ڈاکٹر ہو۔"

وہ لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے... شاید اس سوال کا جواب دینا نہیں چاہتے تھے... ایسے میں ایک نرس داخل ہوئی... اس کے

ہاتھوں میں دواؤں اور سرنجوں کی ٹرے تھی:

"لیجیے سر۔" اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا... پھر اندر کا منظر دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گئی... ٹرے اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

"یہ... یہ... یہ کیا۔" مارے خوف کے اس کے منہ سے نکلا۔

"سسٹر... کیا آپ انہیں پہچانتی ہیں۔"

"ہاں سر... کیوں نہیں... یہ ہمارے وارڈ کے ڈاکٹر صاحبان ہیں۔"

"کیا واقعی۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"ہاں سر... اس میں حیرت کی کیا بات ہے بھلا۔"

"نہیں سسٹر... یہ نقلی ڈاکٹر ہیں... اصلی نہیں ہیں۔"

"کیا بات کرتے ہیں سر... ان کے ساتھ کام کرتے ہمیں نہ جانے کتنے دن ہو گئے۔"

"اوہو اچھا..."

اب انہوں نے ایم ایس کو فون کیا... جلد ہی وہ آ گئے... اندر کا منظر دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے:

"یہ سب کیا ہے... آپ نے مجھے انسپکٹر جمشید کے نام سے فون کیا۔"

''ہاں! اس لیے کہ میرا نام انسپکٹر جمشید ہی ہے۔'' وہ بولے۔

''یہ سب کیا ہے۔''

''ہم یہاں موٹا ساگر صاحب کو لے کر آئے تھے... انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں لانا تھا... ہمیں بتایا گیا... یہی نگہداشت کا وارڈ ہے... یہ صدر صاحب کے مشیر ہیں... لیکن پتا چلا کہ انہیں چار عدد نقلی ڈاکٹر دیکھ رہے تھے... کیا یہ چاروں نقلی ہیں۔''

''جی نہیں... بالکل اصلی ہیں... میں انہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔'' ایم ایس بولے۔

''لیکن ان کے کام اصلی نہیں ہیں... خان رحمان... اکرام کو بھی فون کرو... انہیں سرکاری مہمان خانے میں بھی تو پہنچانا ہے۔''

''او کے جمشید۔''

''ایم ایس صاحب! یہ بلاوجہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں... ذرا ان سے پوچھیے... ہم نے کیا جرم کیا ہے۔''

''اوہو اچھا... یہ تو چیونٹیوں کے بھی پر نکلنے لگے۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''لگتا ہے جمشید... تم پر محمود، فاروق اور فرزانہ کا اثر ہو گیا ہے...

'' خان رحمان ہنسے۔

''اوہ! میں تو بھول ہی گیا... یار خان رحمان... تم ذرا ایک تکلیف اور کرنا۔''

''تکلیف کیسی... تم حکم کرو۔'' انہوں نے دانت نکال دیے۔

''محمود کو فون کر کے حالات معلوم کر لو... لگتا ہے... مسٹر لی ثن کا جال چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' خان رحمان نے کہا اور محمود کا نمبر ملایا... جلد ہی اس کی آواز سنائی دی:

''ہاں محمود... کیا خبریں ہیں۔''

''بہت ہی خوفناک... بہت ہی حیرت انگیز... اور...''

☆☆☆☆☆

دو جواب

ابھی تک کسی کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا کہ ہوا کیا ہے... سوائے فرزانہ کے، کیونکہ دونوں مرتبہ وہی چیخی تھی... ادھر محمود خان رحمان سے موبائل پر بات کر رہا تھا... لیکن فرزانہ کی حالت دیکھ کر وہ فون کرنا بھول گیا... اس کے دیکھتے ہی دیکھتے... فرزانہ کو ایک زور دار چکر آیا اور پھر وہ دھڑام سے گری:

''فرزانہ!'' محمود اور فاروق چلائے... ان کے چلانے کی آواز بھی خان رحمان کے کانوں تک پہنچ گئی... وہ لگے... انہیں آوازیں دینے... ادھر وہ فرزانہ پر جھکے ہوئے تھے... اس کے منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا... نیلے رنگ کا جھاگ:

''اللہ اپنا رحم فرمائے... یہ... یہ زہر کی علامات ہیں۔'' محمود چیخا۔

''انکل... فرزانہ کی حالت خطرناک ہے... اس پر زہر کا اثر خوفناک ہے... ہم فرزانہ کو لا رہے ہیں... ڈاکٹر حضرات کو زہر کا اثر

زائل کرنے کے لیے تیار کر لیں۔''

''ٹھیک ہے... جلدی کرو۔'' خان رحمان بولے... ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے... جونہی انہوں نے فون بند کیا... ان کی نظریں فرزانہ پر پڑیں... وہ بالکل ساکت تھی... ساتھ ہی انہوں نے مالی پر نظر ڈالی، وہ بھی ساکت نظر آیا... اس کے منہ سے بھی نیلا جھاگ بہہ رہا تھا:

''دونوں کو ہی لے جانا ہوگا۔'' محمود نے کہا۔

''اب انہوں نے باہر موجود فورس کو اندر بلایا... ان کی مدد سے دونوں کو اٹھا کر باہر لایا گیا اور پھر ایک بڑی گاڑی میں لٹا کر وہ ہسپتال کی طرف ہوا ہو گئے... وہاں ڈاکٹر تیار تھے... فوراً توجہ دی گئی... انسپکٹر جمشید ان کے نزدیک آئے تو انہوں نے پوچھا:

''اور یہاں کی کیا رپورٹ ہے۔''

''مونا ساگر بے ہوش ہیں... اب سے پہلے نقلی ڈاکٹر... میرا مطلب ہے... ڈاکٹر تو وہ اصلی تھے... لیکن ہمارے انوکھے دشمن کے آلہ کار تھے... وہ ان کا علاج کرنے کے بجائے... انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر چکے تھے... غالباً انہیں بھی زہر دیا گیا ہے۔''

''لیکن ابا جان... ان کی حالت تو پہلے ہی خراب ہوچکی تھی۔''

''ہاں! رہی سہی کسر یہاں پوری کی جانی تھی۔''

''بات پلے نہیں پڑی... سوال یہ ہے کہ زہر دیا کیسے گیا۔'' محمود کے انداز میں الجھن تھی۔

''جہاں تک میں سمجھا ہوں... زہر کوٹھی ہی میں دیا گیا ہے... ان ڈاکٹروں کا کام تو صرف یہ تھا کہ یہاں اس زہر کے اثر کو دور کرنے کی کوئی کوشش نہ ہو سکے... اور ظاہر ہے... وہ چاروں ڈاکٹر یہاں ان کے سر پر موجود رہتے... تو ان کا علاج نہیں ہوسکتا تھا۔''

''الجھن اب بھی برقرار ہے ابا جان۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''اور وہ کیا؟''

''مونا ساگر پر تو وار ہو چکا تھا... میرا مطلب ہے، انہیں تو زہر دیا جا چکا تھا... مالی کے بارے میں تو ہمارے دشمن کو کچھ معلوم نہیں تھا... پھر اسے کس طرح زہر دے دیا گیا... وہاں تو اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔''

''کوئی تو مونا ساگر صاحب کی باری میں بھی وہاں نہیں تھا... البتہ وہ مکڑی ضرور تھی۔''

''اوہ ہاں! لیکن ایک مکڑی میں یہ سمجھ کیسے آگئی کہ اب مالی کو بھی

موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔'' محمود بے تابانہ بولا۔

''یہ ہے اس کیس کا اصل سوال۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اللہ کا شکر ہے... آپ مسکرائے تو۔ آپ مہربانی فرما کر اس سوال کا جواب بھی دے دیں۔''

''نہیں!'' انہوں نے سر ہلایا۔

''جی... کیا کہا... نہیں۔''

''ہاں! اس سوال کا جواب میرے پاس بھی نہیں ہے... جواب تو ہمیں تلاش کرنا پڑے گا... اور اس بارے میں اصل کوشش کر سکتے ہیں پروفیسر صاحب۔''

''م... میں... ک... کیا مطلب... جمشید۔'' وہ لگے ہکلانے۔

''تو انکل! اس میں ہکلانے اور گڑبڑانے کی کیا ضرورت ہے۔''

''لگتا ہے... وہ مکڑی نقلی ہے... اور اس کمرے میں ایک سے زیادہ مکڑیاں موجود تھیں... کیونکہ ایک مکڑی کو تو ہم نے پکڑ لیا تھا اور وہ آپ کی قید میں ہے... لیکن اس وقت تک اس مکڑی نے مونا ساگر کو کاٹ لیا تھا... مالی کو اس مکڑی سے بچانے کے لیے فرزانہ نے اسے گرا دیا... لیکن خود فرزانہ بھی زہر کا شکار ہوگئی... سوال یہ ہے کہ آخر مکڑی خاص شکار تک کیسے پہنچ جاتی ہے۔''

''جمشید! اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں... ایک یہ کہ اگر وہ مکڑی اصل ہے تو کسی خاص خوشبو یا رنگ پر آتی ہوگی ... دوسرا جواب اگر مکڑی نقلی ہے تو... کسی آلے کی مدد سے شکار پر پہنچتی ہوگی... اب اصل بات معلوم کرنا پروفیسر کا کام ہے۔''

''ہاں جمشید... تم نے ٹھیک کہا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں... لیکن اس کے لیے تجربہ گاہ جانا ہوگا... لیکن فی الحال ہم یہاں سے نہیں جا سکتے... اب تو فرزانہ بھی بستر پر ہے۔''

''میرا خیال ہے... فرزانہ کا معاملہ سنگین نہیں... اس کے جسم میں زہر کا اثر مالی کے جسم سے آیا ہے... نہ کہ براہ راست مکڑی سے... اس سے بچانے کے لیے تو وہ مالی کی طرف جھپٹی تھی۔ اب ظاہر ہے... وہ مکڑی کو ہاتھ سے تو ہٹا نہیں سکتی تھی... اس نے کوئی چیز استعمال کی ہوگی... اس کے پاس وقت بہت کم تھا... یہ تو اب وہ ہوش میں آنے پر ہی بتا سکے گی۔''

''اب کیوں نہ ہم ڈاکٹر صاحبان سے ان تینوں کے بارے میں رپورٹ لے لیں۔'' خان رحمان نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔''

انہوں نے ایک نرس کے ذریعے اندر کی صورت حال معلوم کرنے

کی کوشش کی اس نے بتایا کہ فرزانہ کی حالت خطرے سے باہر ہے... مالی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''اور مونا ساگر صاحب۔''

''انہیں بچانے کی سر توڑ کوشش جاری ہے... صدر صاحب کا فون ان کے بارے میں کئی بار آ چکا ہے... اس لیے اب ساری توجہ مونا ساگر کی طرف ہے۔''

''لیکن ہمیں مالی کو بھی نہیں بھولنا چاہیے... وہ بھی آخر انسان ہیں۔''

''ہاں... بالکل... ان کی طرف بھی توجہ دی جا رہی ہے۔''

اب وہ پھر انتظار کرنے لگے... دو گھنٹے کے جاں لیوا انتظار کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور فرزانہ باہر آتی نظر آئی... اس کی مسکراہٹ اداسی لیے ہوئے تھی۔

''اللہ کا شکر ہے فرزانہ... ہم تمہیں زندہ سلامت دیکھ رہے ہیں۔'' وہ بولے۔

''ہاں بالکل... اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔''

''مونا ساگر اور مالی کا کیا حال ہے۔''

''مالی کا حال بہتر ہے... لیکن مونا ساگر کے بارے میں کچھ نہیں

کہا جاسکتا... اصل میں مونا ساگر صاحب کو مکڑی نے پوری طرح کاٹ لیا... میرے چھلانگ لگانے کی وجہ سے مکڑی مالی کو پوری طرح نہیں کاٹ سکی... رہ گئی میں... مجھے تو مکڑی نے کاٹا ہی نہیں... میرے ہاتھ پر تو مالی کے ناخن سے خراش آگئی تھی... اور یہ اتنا اثر اس خراش سے ہوا تھا۔''

''یا اللہ رحم... اس قدر زہریلی ہے... وہ مکڑی۔'' خان رحمان نے مارے خوف کے کہا۔

''حیرت ہے... کمال ہے۔''

اور پھر ایک گھنٹے بعد انہیں بتایا گیا کہ مالی کی حالت بالکل ٹھیک ہے، انہیں گھر لے جایا جاسکتا ہے۔''

''اور مونا ساگر؟'' انسپکٹر جمشید کے لہجے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔''

''ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا... نصف گھنٹے تک پتا چلے گا۔''

انہوں نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی... ساڑھے تین بج رہے تھے... وہ کانپ گئے... آدھ گھنٹے بعد چار بجنے والے تھے... اور اس وقت تک ہسپتال میں بے شمار اخباری نمائندے بھی آچکے تھے... سب کو اس کا انتظار تھا کہ چار بجے کیا ہوتا ہے... ادھر مونا ساگر کے پاس

صرف بڑے ماہر ڈاکٹر ہی نہیں... ہسپتال کے ایم ایس بھی موجود تھے... صدر صاحب کے خاص آدمی بھی آئے ہوئے تھے۔

پھر ٹھیک چار بجے کمرے کا دروازہ چوپٹ کھل گیا... ڈاکٹر حضرات ایم ایس اور صدر صاحب کے خاص آدمی باہر آتے نظر آئے... ان سب کے چہرے اترے ہوئے تھے:

''کک... کیا ہوا... آپ لوگ...''

''ہاں! مونا ساگر کو نہیں بچایا جاسکا... وہ فوت ہوگئے ہیں۔''

''نہیں!!!'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

ہسپتال میں

کتنے ہی لمحے تک وہ سب ایک دوسرے کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہے... آخر خان رحمان کی آواز سنائی دی:

''اب کیا ہوگا جمشید... صبح کے اخبارات کس قدر طوفان مچائیں گے۔''

''صبح کے اخبارات کی چھوڑیں... پروا نہ کریں... جو ہم سے ہو سکتا تھا ہم نے کیا... اخبارات کو اپنا کام کرنے دیں... ہمیں اپنا کام کرنا ہے۔''

''ہمارا بھلا اب کیا کام رہ گیا۔''

''قاتل کی گرفتاری... مونا ساگر کو کیوں ہلاک کیا گیا... یہ ہے اہم سوال... یہ کوئی چیلنج بازی نہیں تھی... وہ تو صرف ایک دکھاوا تھا... مجرموں کو ایک شور مچانا تھا... شور کے پردے میں وہ اپنا کام کرنا چاہتے تھے... سو انہوں نے کر ڈالا... اب ہماری باری ہے... ہمیں معلوم

کرنا ہے... انہیں کیوں ہلاک کیا گیا... کیسے ہلاک کیا گیا اور قاتل کون ہے۔''

''اس نے تو اپنا نام پہلے ہی بتادیا ہے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''لی شن... یہ صرف ایک نام ہے... کوئی بھی شخص لی شن کے نام سے ہمیں فون کرسکتا ہے... یہ ضروری نہیں کہ وہ کوئی غیر ملکی ہو، شائنی ہی ہو... انشارجہ کا کوئی آدمی بھی ہوسکتا ہے... کوئی ملکی آدمی بھی ہوسکتا ہے... یہاں تک کہ...'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''یہاں تک کہ کیا؟'' محمود نے جلدی سے پوچھا۔

''یہاں تک کہ... وہ ہمارے آس پاس کا کوئی آدمی بھی ہوسکتا ہے... اور اس نے خود کو شک سے بچانے کے لیے یہ سارا ڈھونگ رچایا ہو، یعنی اپنا نام لی شن رکھ لیا... آواز بدل لی ہو... لہجہ بدل لیا ہو... تاکہ وہ کوئی غیر ملکی محسوس ہو اور ہم غیر ملکی کے چکر میں چکراتے رہیں... بہرحال ابھی تو مونا ساگر کا پوسٹ مارٹم ہوگا... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملنے تک میں چاہتا ہوں، پروفیسر صاحب مکڑی پر اپنا کام مکمل کرلیں، کیا خیال ہے... چلیں۔''

''ٹھیک ہے جمشید۔''

اب وہ تجربہ گاہ چلے آئے... پروفیسر داؤد مکڑی والی ڈبیا کے ساتھ

اندر جانے لگے تو انسپکٹر جمشید نے کہا:

''ذرا خیال رکھیے گا... یہ بہت خطرناک ہے۔''

''ہاں جمشید... میں بھی خوف محسوس کر رہا ہوں... تم بھی میرے ساتھ ہی کیوں نہیں چلتے... یہاں بیٹھ کر کیا کرو گے۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

''چلیں ٹھیک ہے۔''

اب وہ سب تجربہ گاہ میں آ گئے... انہوں نے دروازے اندر سے بند کر لیے۔ اب پروفیسر داؤد نے مکڑی والی ڈبیا نکالی... یہ ڈبیا خاص قسم کی تھی... شیشے کی ضرور تھی... لیکن ایسا شیشہ استعمال کیا گیا تھا جو پستول کی گولی سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا تھا... مطلب یہ کہ بلٹ پروف تھی... اسے کھولنے اور بند کرنے کا طریقہ بھی پروفیسر داؤد کو معلوم تھا... اس قسم کی چند چیزیں وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے... جس چیز کی ضرورت ہوتی، کام میں لے آتے تھے۔

انہوں نے دیکھا... مکڑی ڈبیا میں موجود تھی... اور بہت بے چینی سے اس میں گردش کر رہی تھی... گویا اس میں سے نکلنے کے لیے بے چین تھی:

''کیا کہتے ہو جمشید... ڈبیا کھول ڈالوں۔''

''یہ بہت خطرناک ہے... ابھی ہمیں معلوم نہیں... یہ چھت پر سے یک دم مونا ساگر کے جسم پر کیسے پہنچ گئی تھی... اور پھر مالی کے جسم تک بھی پہنچ گئی تھی... لہٰذا ہمیں پوری طرح خبردار رہنا ہوگا... دوسرے الفاظ میں یہ مکڑی موت ہے... موت۔''

''اس میں شک نہیں... یہ حد درجے خطرناک ہے... لیکن ہمیں بہرحال اسے چیک کرنا ہے... پہلے بھی تو میں نے اسے چمٹی سے پکڑ کر ڈبیا میں ڈالا تھا...'' پروفیسر بولے۔

''ہاں واقعی... شاید ہم اس سے زیادہ ہی خوف زدہ ہو گئے ہیں... میں بسم اللہ کرتا ہوں۔''

پھر جونہی ڈبیا کھلی، مکڑی اچھل کر باہر نکلی اور تیر کی طرح سامنے والی دیوار سے جا لگی... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... کیونکہ جس طرح وہ ڈبیا سے نکل کر دیوار سے جا لگی تھی... اسی طرح دیوار سے ان کی طرف آ سکتی تھی... ابھی یہ خوفناک خیال آیا ہی تھا کہ انہوں نے مکڑی کو دیوار سے اڑ کر اپنی طرف آتے دیکھا:

''بچو!'' انسپکٹر جمشید چلائے۔

وہ فوراً لوٹ لگا گئے... کیونکہ مکڑی کی زد سے بچنے کا اور کوئی طریقہ نہیں تھا... ادھر وہ فرش پر گرے... ادھر مکڑی ان کے اوپر سے

ہوتی ہوئی... دوسری دیوار سے ٹکرائی ...ادھر ٹکراتے ہی وہ پھر اڑی اور ان کی طرف آئی... اس مرتبہ اس کا رخ فرش کی طرف تھا... کیونکہ وہ فرش پر تھے... یہ دیکھتے ہی انہوں نے فرش کے دائیں، بائیں طرف لوٹ لگا دی... مکڑی فرش سے ٹکرائی... پھر بڑی طرح اچھلی اور سیدھی انسپکٹر جمشید کی طرف آئی، انہوں نے کمرے کے دروازے کی طرف ایک لمبی چھلانگ لگا دی... اور مکڑی اپنی سیدھ میں دیوار سے جا ٹکرائی... انسپکٹر جمشید اتنے میں کمرے سے باہر نکل چکے تھے...ساتھ میں وہ چلائے:

''تم لوگ بھی کمرے سے نکلنے کی کوشش کرو... باہر ہم بہتر انداز میں اس کا مقابلہ کر سکیں گے۔''

''جج... جی اچھا۔'' فرزانہ ہکلائی۔

''کیا وقت آ گیا ہے... ہمیں ایک مکڑی سے لڑنا پڑ رہا ہے... کسی نے سن لیا تو کیا کہے گا۔'' فاروق کی آواز سنائی دی۔

''کیا کہے گا؟'' فرزانہ ہنسی۔

''یہی کہ ہم سے تو ایک مکڑی سے نہیں لڑا جاتا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

اس وقت تک وہ مکڑی سے بچتے ہوئے باہر آ چکے تھے... اور انسپکٹر

جمشید اپنا پستول نکال چکے تھے... پھر جونہی انہوں نے مکڑی کو فضا میں اڑ کر باہر آتے دیکھا، اس پر فائر کر دیا... ایک دھماکے کی آواز آئی اور مکڑی غائب ہوگئی... انہوں نے اس کے ذرات برآمدے میں گرتے دیکھا:

''اس کا مطلب ہے... یہ کسی دھات کی تھی... اور اس میں سرکٹ فٹ کیا گیا تھا... ظاہر ہے... ریموٹ کنٹرول قسم کی چیز تھی۔''

''اللہ کا شکر ہے... اس ایک سرکٹ سے تو نجات ملی۔'' محمود نے پرسکون ہو کر کہا۔

''ہاں واقعی... لیکن نہ جانے ابھی ایسی کتنی مکڑیوں سے لڑنا پڑے گا۔''

''اب ہم نے ان کا علاج تلاش کر لیا ہے... یہ تو بس ایک گولی کی مار ہیں... پہلے میں اکرام کو فون کر لوں۔''

اب انہوں نے سب انسپکٹر اکرام کو فون اور تجربہ گاہ میں آنے کی ہدایات دیں... فون بند کرنے پر فرزانہ نے پوچھا:

''انکل اکرام کی یہاں کیا ضرورت ابا جان۔''

''اس مکڑی کے ذرات جمع کرائیں گے... ان کا لیبارٹری میں چیک اپ کیا جائے گا۔''

''یہ کام میں کر لوں گا جمشید۔''

''لیکن آپ ذرات کس طرح جمع کریں گے۔''

''یہ کسی دھات کے ذرات ہیں... لہٰذا مقناطیس آزماؤں گا۔''

''ٹھیک ہے، آپ تجربہ کرلیں... لیکن ان ذرات کو ہاتھ نہ لگائیے گا... کیونکہ ہر ذرہ زہریلا ہوسکتا ہے۔''

''تم فکر نہ کرو۔''

''تو پھر آپ انکل اکرام کو روک دیں۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''نہیں... انہیں بھی آنے دو... اب ہم اس کیس پر باقاعدہ کام شروع کر رہے ہیں۔''

''آپ کا مطلب ہے... اب تک ہم بے قاعدہ کام کرتے رہے ہیں۔''

''اب تک ہم نے کوئی کام کیا ہی کب ہے... مجرم کے جال میں سے نکلنے کی کوشش کرتے رہے ہیں... لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہے اور ہم ناکام... اب ہمیں جوابی وار کرنا ہے۔''

''کک... کیا کہا آپ نے... جوابی وار۔'' فاروق زور سے چونکا ہوا۔

''کیوں... کیا ہوا؟'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

''مم... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔''

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''بہت خوب جمشید... صبح کے اخبارات ہمارا خوب مذاق اڑائیں گے... لہٰذا جوابی وار تو ہمیں کرنا ہوگا۔''

''ان شاء اللہ ہم اسے بھرپور جواب دیں گے... لیکن میں سوچ رہا ہوں، اس سارے ڈرامے سے اس کا مقصد صرف ہمارا مذاق اڑانا تو نہیں ہوسکتا... اس کا مقصد کچھ اور ہے... وہ کیا ہے... ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہوگا۔''

''لیکن ابا جان! ہم اپنے کام کا آغاز کہاں سے کریں گے۔''

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے... ہمارے پاس وہ ڈاکٹر موجود ہیں... آخر انہیں کس شخص نے اس کام پر مقرر کیا تھا...''

''بہت خوب جمشید۔'' پروفیسر داؤد خوش ہو کر بولے۔

اس وقت تک پروفیسر داؤد مقناطیس کے ذریعے اپنا کام شروع کر چکے تھے... لیکن جلد ہی انہوں نے ان کے چہرے پر مایوسی دیکھی... وہ ان کے نزدیک آتے ہی بولے:

''نہیں جمشید... مقناطیس سے اس کے ذرات نہیں چمٹ سکے۔''

''مطلب یہ کہ یا تو وہ ذرات پیتل کے ہیں یا ایلومینیم کے... یا پھر کوئی اور دھات ہوگی... اسی لیے اب ہم یہ کام اکرام کے ذمے لگائیں گے... ان ذرات کا لیبارٹری ٹسٹ ہوگا۔''

''ٹسٹ تو تب ہوگا جب ذرات مل جائیں گے۔''

''اکرام اور اس کے ماتحت ایسے کاموں کے ماہر ہیں...'' وہ مسکرائے۔

پھر اکرام وہاں پہنچ گیا... وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ کام میں مصروف ہوگیا... ان کے پاس باریک ترین ذرات جمع کرنے کا سامان موجود تھا۔ اس کام سے فارغ ہوکر وہ ان کے پاس آئے تو انسپکٹر جمشید نے پوچھا:

''ان چار ڈاکٹروں کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔''

''وہ کمرہ امتحان میں ہیں سر... لیکن انہوں نے ابھی تک زبان نہیں کھولی۔''

''ہوں... چلو پھر... ذرا ہم ان سے ملاقات کرلیں۔''

وہ اٹھ کھڑے ہوئے... انہیں کمرہ امتحان کے باہر چھوڑ کر اکرام نے لیبارٹری کی راہ لی۔

ادھر وہ اندر داخل ہوئے... چاروں شکنجوں میں کسے ہوئے تھے:

''ہاں دوستو! سناؤ کیا حال ہے۔''

''ہم اس ظلم کی کہانی عدالت میں سنائیں گے۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''ظلم کی کہانی... یہ بھی کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔''

''توبہ ہے تم سے...'' انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے... پھر چاروں کی طرف منہ کرکے بولے:

''تم لوگوں کو کس نے حکم دیا تھا کہ مونا ساگر صاحب کا کام تمام کرنا ہے... یعنی اگر وہ مکڑی کے وار سے بچتے نظر آئیں تو باقی کام تم لوگوں کو کرنا ہے۔''

''سوال یہ ہے کہ اگر ہم بتا دیں تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔''

''ایک فائدہ تو یہی ہوگا کہ ان شکنجوں سے نجات مل جائے گی... جیل میں کوئی سختی نہیں ہوگی... دوسرے یہ کہ قانون کی مدد کرنے کی بنیاد پر کم سزا ہوگی...''

''یہ باتیں لکھ کر دے دیں۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''کیا مطلب کیا لکھ کر دوں۔''

''یہی جو میں نے کہا ہے... اگر ہمیں یہ رعایتیں ملیں گی تو ہم بتا دیں گے کہ ہمیں کس نے حکم دیا تھا۔''

''اچھی بات ہے... لکھ کر دے دیتا ہوں۔''

انہوں نے ایک تحریر انہیں لکھ دی... اس کے نیچے اپنے دستخط کر دیے... تحریر پڑھ کر ایک نے کہا:

''پہلے ہمیں کھولا جائے۔''

''انہیں کھول دو۔'' انسپکٹر جمشید نے کمرہ امتحان کے ملازمین سے کہا۔

ان چاروں کو شکنجوں سے آزاد کر دیا گیا۔''

''اب بتاؤ۔''

''پوچھیں... کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''تم لوگوں کو کس نے کہا تھا کہ مونا ساگر زندہ بچتے نظر آئیں تو انھیں موت کے گھاٹ اتار دینا۔''

''میڈیکل سپرنٹنڈنٹ نے۔''

''کیا...''

ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

ایک قدم اور

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر انسپکٹر جمشید بولے:

''اور ایم ایس صاحب نے تم لوگوں کو یہ حکم کس طرح دیا تھا... تحریری یا زبانی۔''

''زبانی۔''

''تم نے اتنا خوفناک حکم کیوں مانا... اسے ماننے سے انکار کیوں نہ کیا... آخر یہ ایک انسان کے قتل کا حکم تھا۔''

جواب میں ڈاکٹر خاموش رہے... انہوں نے حیران ہو کر چاروں کی طرف دیکھا:

''ایم ایس صاحب ہمیں حکم دینے پر مجبور تھے اور ہم ان کا حکم ماننے پر مجبور تھے۔''

''کیا مطلب یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''اس سارے کام کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہے... وہ بیٹھا

بس ڈور ہلا رہا ہے... اور ہم سب اس کے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔''

''آخر کیسے؟'' انہوں نے بڑا سا منہ بنایا۔

''وہ ہمیں بلیک میل کر رہا ہے... ہمارے کچھ راز اس کے قبضے میں ہیں، وہ راز اگر اخبارات کو دے دیے جائیں تو ہم کہیں کے نہ رہیں... بس اس بنیاد پر وہ ہم سے کام لیتا ہے۔''

''اور سپرنٹنڈنٹ صاحب کو بھی بلیک میل کر رہا ہے۔''

''جی ہاں!''

''اچھی بات ہے... اب انہیں بھی یہاں بلانا ہوگا... فون کرو انہیں۔''

جلد ہی ایم ایس صاحب ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں:

''آپ ہمیں اس بلیک میلر کے بارے میں بتائیں۔''

''میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''چلیے اتنا بتا دیں... اس نے آپ کو بلیک میل کرنا کس طرح شروع کیا۔''

''آج سے کئی سال پہلے مجھے ایک رجسٹرڈ لفافہ ملا تھا... اس پر

رؤف رال لکھا تھا... یہ نام پڑھ کر میں بہت حیران ہوا تھا، کیونکہ میں اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتا تھا... خیر میں نے لفافہ کھولا تو اس میں میرے گناہوں کی تصاویر تھیں... میں ان کو دیکھ کر لرز گیا... مجھ سے وہ گناہ سرزد ہوئے تھے...''

''لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کسی کے ناجائز احکامات ماننا شروع کر دیں... لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں...''

''بس! اب میں کیا بتاؤں۔'' انہوں نے کندھے اچکائے۔

''ہوں! یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے... یعنی وہ آپ سے اس قسم کے کام کب سے لے رہا ہے۔''

''اس کے احکامات اسی وقت ملتے ہیں جب اسے کسی ناپسندیدہ شخص کو قتل کرانا ہوتا ہے... وہ ہمیں اطلاع دیتا ہے کہ فلاں شخص ہسپتال آنے والا ہے... وہ زندہ ہسپتال سے واپس نہ جائے... اب آپ سوچیں... یہ کام ہمارے لیے کیا مشکل ہے... باقی سب لوگ تو باہر ہوتے ہیں... اندر ہم پوری طرح آزاد ہوتے ہیں۔''

''اوہ... اوہ... ناپسندیدہ لوگوں کو اپنے راستے سے ہٹانے کا یہ کس قدر آسان طریقہ ہے... حیرت ہے... اس نے موٹا ساگر کو ہلاک کرنے کے لیے گھماؤ پھراؤ والا طریقہ کیوں اختیار کیا... اگر وہ اخبارات میں

خبر والا چکر نہ شروع کرتا تو چپ چپاتے موٹا ساگر کو ختم کر دیا جاتا...'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

''اس کا صاف مطلب یہی ہے جمشید کہ وہ ساتھ میں ہم لوگوں کو بھی لپیٹ لینا چاہتا تھا اور دیکھ لو... اس نے ہمیں لپیٹ لیا... صبح کے اخبارات جو کہانیاں بیان کریں گے، اس کا اندازہ ہم لگا ہی سکتے ہیں۔''

''ہاں! بالکل یہی بات ہے... موٹا ساگر کو تو اسے ہلاک کرنا ہی تھا... لیکن وہ ہم سے بھی خاص پر خاش رکھتا ہے... اس نے ایک تیر سے دو شکار کیے ہیں... ارے ہاں ایم ایس صاحب... آپ... پہلے آپ اپنا نام بتائیں۔''

''مجھے کامران شیرانی کہتے ہیں۔'' اس نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

''آپ نے اس شخص کے حکم سے اب تک کتنے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

''جی... تین آدمیوں کو۔''

''ان کے نام بتاؤ... محمود... نوٹ کرو نام... پتے اور پیشے۔''

محمود نے کاغذ قلم سنبھال لیا... ادھر ایم ایس صاحب ساکت بیٹھے نظر آئے... گویا سوچ رہے تھے... اس سوال کا جواب دیں تو کس

طرح دیں:

''ہاں! لکھوائیں نام۔''

اس نے کوئی جواب نہ دیا... نہ جسم میں کوئی حرکت ہوئی... انسپکٹر جمشید نے اسے تیز نظروں سے دیکھا... پھر زور سے چونکے... تیزی سے اس کی طرف بڑھے... اس کے شانے کو پکڑ کر ہلایا تو وہ کرسی سے نیچے آ رہا:

''ارے باپ رے...'' مارے خوف کے ان کے منہ سے نکلا۔

فوری طور پر انہوں نے چاروں ڈاکٹروں کی طرف دیکھا، وہ ہلدی کی طرح پیلے نظر آ رہے تھے... وہ زندہ تھے، انہیں کچھ نہیں ہوا تھا:

''یہ تو گئے کام سے... غالباً انہوں نے خودکشی کر لی... لیکن جن لوگوں کو یہاں اس نامعلوم باس کے حکم پر قتل کیا گیا، ان کے نام تو تم لوگ بھی بتا سکتے ہو۔''

''جج... جی ہاں!'' ان میں سے ایک مردہ لہجے میں بولا۔

''لکھوائیں نام...''

''ان میں سے ایک کا نام ہے امجد راؤ... یہ محکمہ خارجہ کے سیکرٹری تھے۔''

''اوہ۔'' انسپکٹر جمشید کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

"کیوں ابا جان! کیا ہوا۔"

"ہم آج تک ان کی موت کو ہسپتال کی موت خیال کرتے چلے آرہے ہیں... جب کہ آج معلوم ہوا ہے کہ انہیں قتل کیا گیا ہے... میں امجد راؤ سے ذاتی طور پر واقف تھا... بہت اچھے اور ایمان دار آفیسر تھے۔" شائنا کو دوست اور انشارجہ کو دشمن سمجھتے تھے۔"

"تب پھر... کہیں مونا ساگر بھی یہی تڑپ تو نہیں رکھتے تھے۔"

"ایک منٹ... ہم یہ بات صدر صاحب سے معلوم کر سکتے ہیں... اور یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے... کیونکہ اس صورت میں کیس ایک نیا رخ اختیار کر لے گا۔"

"نیا رخ..." فاروق جلدی سے بولا۔

"بس رہنے دو... یہ کسی ناول کا نام نہیں ہوسکتا۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

ادھر انسپکٹر جمشید نے صدر صاحب کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر وہ بولے:

"سر! آپ کے مشیر مونا ساگر کس قسم کے خیالات کے مالک تھے... ملک میں کیسا نظام چاہتے تھے۔"

"خالص محب وطن ذہن کے آدمی تھے... اور ملک کو غیر ملکی طاقتوں

سے آزاد کروانے کی شدید خواہش رکھتے تھے۔"

"بہت بہت شکریہ سر... بس یہی معلوم کرنا تھا۔"

"کیا کوئی خاص بات سامنے آئی ہے۔"

"جی ہاں سر... میں بہت جلد آپ کو بہت کچھ بتا سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے جمشید... میں انتظار کروں گا۔"

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے:

"دوسرا نام؟"

"سبین غوری یہ محکمہ اطلاعات کے سربراہ تھے۔"

"ہاں! یہ شائنا میں پاکستان کے سفیر بھی رہ چکے تھے۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"اور ایک نام رشید طائی، یہ ایک سیاسی جماعت کے سربراہ تھے..."

"ہاں! ان کی تو پوری سیاسی جماعت ہمارے ملک کے شمالی حصوں میں انشارجہ کی فوجوں اور سازشوں کی شدید مخالف ہے اور کوشش کر رہی ہے۔ کہ شائنا سے تجارتی تعلقات بڑھا کر جنوبی مغربی صوبے کے سمندر تک کا راستہ شائنا کو تجارتی راستے کے طور پر استعمال کرنے دیا جائے جب کہ انشارجہ نہیں چاہتا کہ شائنا کو جوادر تک ہماری حکومت کا راستہ

فراہم کرے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہمارا اس بار کا مجرم ان لوگوں کا دشمن ہے... جو ہمارے اور شانا کہ تجارتی تعلقات قائم کرنے کے شدید خواہش مند ہیں... اور وہ انہیں غیر محسوس طور پر ختم کر رہا ہے... یعنی صرف ایسے لوگوں کو جو با اثر ہیں اور اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کر سکتے ہیں... اب سوال یہ ہے کہ اس سے یہ غلطی کیسے ہوگئی کہ مجھے چھیڑ بیٹھا...'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہوگئے۔

''یا تو یہ اس سے غلطی ہوئی ہے... اور شیخی میں آ کر ایسا کر بیٹھا ہے... یا پھر اس سے بھی کوئی مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے... اس کا مقصد جو بھی رہا ہو... ہمیں اپنا کام کرنا ہے... اور وہ ہے قاتل کو پکڑنا... اور ان شاء اللہ وہ ہماری گرفت میں آ کر رہے گا... اس کی یہ غلطی خود اس کے لیے ہلاکت خیز ثابت ہوگی۔''

اب انہوں نے کامران شیرانی کے جسم کا بغور جائزہ لیا... جسم پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا، نہ کوئی سوئی چبھی نظر آئی اور اس کا مطلب تھا، اس نے زہر منہ میں رکھ لیا تھا... ظاہر ہے... اس کے پاس ایسے کسی وقت کے لیے زہر رہا ہوگا۔

اس دوران چاروں ڈاکٹر برابر ان کی نظروں میں رہے تھے... انہوں نے ان چاروں کو ذرا بھی حرکت نہیں کرنے دی تھی۔

اب ظاہر ہے، ان چاروں کو انہیں اکرام کے حوالے کرنا تھا، انہوں نے اکرام کو فون کیا اور اسے فوراً ہسپتال پہنچنے کی ہدایت کی... وہ آیا تو اس کے چہرے پر انہیں بہت جوش نظر آیا:

''معلوم ہوتا ہے... تمہارے پاس کوئی خاص خبر ہے۔''

''ہاں سر... مکڑی کے جو ذرات ہم نے جمع کیے تھے... ان کو لیبارٹری میں چیک کرا لیا گیا... وہ کسی ایسی دھات کے ذرات ہیں، جس کے بارے میں ہمیں معلوم تک نہیں۔'' اکرام نے بتایا۔

''اوہ!'' ان سب کے منہ سے نکلا، پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''خیر... ان ذرات پر بھی غور کریں گے... پہلے تو تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مونا ساگر صاحب کو ہلاک کرنے میں جن لوگوں نے اپنا کردار ادا کیا ہے، ان میں سے ایک نے خودکشی کر لی ہے... اور وہی ان چاروں کو حکم دیتا تھا، اب ظاہر ہے... ان کے اوپر بھی کوئی موجود ہے... اس اوپر والے کے حکم پر ان لوگوں نے اور بھی کئی بڑے آدمیوں کو قتل کیا ہے... قتل ہونے والے سب کے سب ملک میں شانا سے دوستی چاہتے تھے اور وہ کوئی عام آدمی نہیں ہوسکتا... ہسپتال کا میڈیکل سپرنٹنڈنٹ تو ایک عام آدمی ہے... اس سے تو اس نے بس یہی کام لیا ہے...''

"تب پھر ابا جان! ابھی اس کے مرنے کی خبر چھپائے رکھیں... وہ اس سے ضرور رابطہ کرے گا... اس طرح ہم اس کی آواز تو سن ہی سکیں گے اور یہ آواز سننا ہمارے کسی قدر کام آئے گا۔" فرزانہ بول پڑی۔

"بہت خوب فرزانہ... تم نے ہمیں وقت پر بہت ہی اچھی بات کہی... کمرے کا دروازہ بند کردو... محمود... تم کامران شیرازی کی جیب سے موبائل نکال لو... اور ہاں یہی نہیں... ہم ایک اور قدم اٹھائیں گے۔"

"جی کیا کہا... ایک قدم اور..." فاروق چونکا۔

"ہاں! ایک قدم اور۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"بس دیکھتے جاؤ، کمرے کا دروازہ بند کردو۔ اکرام آئے تو اس کے لیے دروازہ کھولنا، وہ بھی تھوڑا سا۔" انہوں نے پراسرار انداز میں کہا۔

اور پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے... تھوڑی دیر بعد اکرام نے دروازے پر دستک دی... ان کے اشارے پر محمود نے دروازہ تھوڑا سا کھول دیا اور صرف اکرام کو اندر آنے کا اشارہ کیا... اس کے ماتحتوں کو باہر ہی ٹھہرنے کے لیے کہا... پھر جونہی اکرام اندر داخل ہوا... زور

سے اچھلا... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... کمرے میں اسے ایک ایم ایس کامران شیرازی کے بجائے دو ایم ایس کامران شیرازی نظر آئے:

☆☆☆☆☆

پھر مکڑی

"یہ... یہ کیا... دو دو ایم ایس۔"

"ہاں اکرام... لیکن فکر نہ کرو... جلد ہی یہاں صرف ایک ایم ایس نظر آئے گا۔" اس نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی... گویا انہوں نے خود پر ایم ایس کا میک اپ کر لیا تھا... اب انہوں نے ایم ایس کا حلیہ تبدیل کردیا... اس کے بعد اکرام سے بولے:

"اب باہر سے اس پر کسی کی نظر پڑے گی تو کوئی نہیں جان سکے گا، یہ ایم ایس کی لاش ہے... بس اسے تو تم پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دو... باقی رہ گئے یہ چار ڈاکٹر... انہیں خفیہ ٹھکانہ نمبر ایک پر رکھا جائے گا... میں نے خفیہ فورس کے انچارج کو فون کردیا ہے... وہ آتا ہی ہوگا۔ انہیں لے جانا اس کے ذمے... میرے لیے ایم ایس کی گاڑی پچھلے دروازے پر منگوالی جائے... ہم اس میں بیٹھ کر ایم ایس کے گھر جائیں گے... ایم ایس کا موبائل میری جیب میں ہے... باقی کام ہم

وہاں کریں گے... اکرام تم اپنا کام کرو گے... اس کا پوسٹ مارٹم اس طرح کرایا جائے کہ کسی کو پتا نہ چلے... یہ ایم ایس ہے..."

"آپ فکر نہ کریں سر... لیکن یہ معاملہ ہے کیا۔"

انہوں نے مختصر طور پر اسے بتادیا کہ کیا معاملہ ہے... پھر وہ ایم ایس کے گھر پہنچ گئے... معلوم ہوا... اس کے بیوی بچے خریداری کے لیے گئے ہیں... یہ بات گھر کے ملازم نے بتائی... گھر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا... ملازم کو اپنے ساتھ رکھ لیا گیا... اور اب انہوں نے گھر کی تلاشی شروع کی... ملازم کا مارے حیرت اور خوف کے برُا حال تھا... اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہورہا ہے... انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنا کام جاری رکھا۔

ایسے میں ایم ایس کے موبائل کی گھنٹی بجی... وہ چونک اٹھے۔ انسپکٹر جمشید نے سب کو خاموش رہنے کے لیے کہا اور موبائل جیب سے نکال کر اسے آن کر دیا... دوسری طرف سے ایک بہت باریک سی آواز سنائی دی:

"ہیلو کامران... کیا رہا۔"

"سب کام پروگرام کے مطابق ہوگیا باس... موناساگر کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔"

"کیا کہا... باس... یہ تم مجھے باس کیوں کہہ رہے ہو... تم تو مجھے..." ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا۔

"ہم نے اس کی آواز سن لی... ریکارڈ کر لی... ایسی باریک آواز تو ہم لاکھوں آوازوں میں پہچان سکیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ان شاء اللہ!" محمود نے فوراً کہا۔

"اس کے ساتھ ہی مجرم خبردار ہوگیا ہے... خیر... اسے اپنا کام کرنا ہے اور ہمیں اپنا..."

"اور ہم ایک بات بھول رہے ہیں۔" محمود کی آواز سنائی دی تو سب اس کی طرف مڑ گئے۔

"چلو بتا دو کیا بھول رہے ہیں۔" فرزانہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"تو اس میں منہ بنانے کی کیا بات ہے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"ہیرو بننے کی کوشش کر رہے ہو نا... اس لیے۔" فاروق بولا۔

"وہ بات رہ جائے گی۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"مکڑی پہلے تو ہم پر حملہ آور نہیں ہوئی تھی... اس وقت تو اس کا نشانہ صرف مونا ساگر تھا... ہم یہ بھی جان چکے ہیں کہ وہ کوئی اصل مکڑی نہیں تھی... کسی دھات سے بنائی گئی ریموٹ کنٹرول مکڑی تھی اور اس کے پیروں پر خوفناک قسم کا زہر لگایا گیا تھا... سوال یہ ہے کہ اس

مرتبہ اس نے ہم پر حملہ کیوں کیا اور پہلے ہم پر کیوں نہیں کیا... صرف مونا ساگر پر کیوں کیا گیا۔"

"بہت خوب محمود۔" پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ ہوئی نا بات... پروفیسر صاحب... یہاں سے غالباً آپ کا کام شروع ہوتا ہے۔" خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

"بالکل ٹھیک... مطلب یہ ہوا کہ مکڑی کسی خاص چیز کی وجہ سے حملہ آور ہوتی ہے... بلکہ حملہ آور نہیں ہوتی... کوئی مقناطیسی قوت اسے اپنی طرف کھینچتی ہے... وہ کسی دھات سے بنائی گئی ہے... اس دھات کو کھینچنے والی چیز اگر ہم اپنی جیب میں لیے ہوں... یا وہ ہمارے جسم پر لگا دی جائے تو مکڑی ہم پر حملہ آور ہوگی۔"

"ارے باپ رے... تب تو پروفیسر انکل... آپ ہمارے جسموں اور کپڑوں کو فوری طور پر چیک کریں... کہیں وہ کوئی اور مکڑی نہ بھیج دے۔"

"اوہ۔"

پروفیسر صاحب نے کہا اور باری باری ان کے جسموں کا جائزہ لینے لگے... لیکن پوری کوشش کے باوجود انہیں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی:

"یہ کیا... ایسی تو کوئی چیز نہیں ملی۔"

''تب پھر مکڑی کیسے حملہ کرتی ہے... وہ تو بے جان ہے... جان دار ہوتی... تب پھر کسی خاص رنگ یا بو پر آتی...'' خان رحمان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ہمیں اس پر کام کرنا ہوگا... ورنہ کسی اور مکڑی سے سامنا ہوگیا تو مشکل ہوگی...'' پروفیسر بولے۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں... پستول کی ایک گولی ایک مکڑی کے لیے کافی ہے... یوں بھی اس نامعلوم آدمی کا نشانہ ہم تو ہیں ہی نہیں... ہمیں تو اس نے بلاوجہ لپیٹ میں لیا ہے... وہ تو مونا ساگر جیسے بڑے لوگوں کا دشمن ہے...''

''لیکن اب اسے معلوم ہوگیا ہے...''

محمود کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اس کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا... وہ چلا اٹھا:

''ابا جان! بچئے۔''

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید دھڑام سے گرے اور لڑھکتے چلے گئے... اس وقت انہوں نے دیکھا... ایک مکڑی تیر کی طرح ان کے اوپر سے گزر گئی تھی... وہ سامنے والی دیوار سے ٹکرائی اور پھر ٹکراتے ہی واپس پلٹی:

''وہ پھر آرہی ہے۔'' فاروق چیخا۔

اس وقت تک انسپکٹر جمشید سیدھے ہو چکے تھے... انہوں نے مکڑی کو اپنی طرف آتے دیکھا... اور ایک لمبی چھلانگ لگا گئے، ساتھ ہی انہوں نے پستول نکال کر مکڑی کا نشانہ لیا... اور فائر کر دیا... لیکن مکڑی گولی کی زد میں نہ آسکی... اس کی رفتار بہت زیادہ تھی... اس طرح گولی اور مکڑی دونوں دیوار سے ٹکرائیں۔ دیوار کا پلستر اکھڑ گیا... مکڑی پھر پلٹی... اس وقت تک انسپکٹر جمشید نشانہ لے چکے تھے۔

ادھر انہوں نے فائر کیا، ادھر پروفیسر چلائے:

''پیچھے بھی ایک مکڑی۔''

وہ فوراً دھم سے گرے اور یہ گرنا انہیں بچا گیا... ورنہ پیچھے کی طرف سے آنے والی مکڑی ان سے ٹکرا گئی تھی۔

اب کمرے میں دو مکڑیاں تھیں اور انسپکٹر جمشید پر دو طرف سے وار کر رہی تھیں:

''تم بھی ان دونوں کو نشانہ بناؤ... یہ تم پر وار نہیں کر رہی ہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' مارے حیرت کے محمود کے منہ سے نکلا۔

''یہ دو مرتبہ اوہ اوہ کس خوشی میں۔'' فاروق نے پستول جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔

اس وقت تک محمود، فرزانہ، پروفیسر داؤد اور خان رحمان بھی پستول نکال چکے تھے... لیکن انہیں دونوں مکڑیوں کا نشانہ لینے میں دقت پیش آ رہی تھی... انسپکٹر جمشید ان کی گولیوں کی زد میں آ سکتے تھے... وہ اس وقت کمرے کے فرش پر تھے... جب کہ یہ لوگ دیوار کے ساتھ چپکے ہوئے تھے... اسی وقت انہوں نے دونوں مکڑیوں کو مخالف سمتوں سے ان کی طرف آتے دیکھا... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید چلائے:

''میں انہیں دھوکا دے کر کمرے سے نکلنے کی کوشش کروں گا... محمود تم فوراً دروازہ بند کر دینا۔''

''ج... جی اچھا...''

اور پھر جونہی مکڑیوں نے ان پر حملہ کیا... اور دو سمتوں سے ان کی طرف آتی نظر آئیں... وہ فرش پر بلا کی رفتار سے لڑھک کر دروازے کی طرف لپکے... ادھر مکڑیاں فرش سے ٹکرائیں... بس یہی وہ لمحہ تھا جب وہ کمرے سے نکل گئے... ادھر محمود نے دروازہ بند کر دیا۔ پروفیسر داؤد پوری قوت سے پکارے:

''جمشید! اپنے کپڑے اتار دو۔ باہر کوئی چادر وغیرہ نظر آئے تو وہ اپنے جسم پر لپیٹ لو۔''

''اچھی بات ہے۔''

وہ مکڑیاں فرش سے ٹکرا کر پھر اوپر اٹھیں... اب ان کا رخ دروازے کی طرف تھا... وہ پوری قوت سے دروازے سے ٹکرائیں اور واپس فرش پر آ گریں:

''اللہ کا شکر ہے! یہ دروازہ نہیں توڑ سکیں۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''اور اللہ کا شکر ہے... یہ ہمیں کچھ نہیں کہہ رہیں۔'' پروفیسر ہنسے۔

''تت... تو... یہ سفید لباس پر آتی ہیں۔''

''نہیں... سفید لباس تو اس وقت نہ جانے کتنے لوگ پہنے ہوئے ہوں گے۔'' خان رحمان بولے۔

''میں نے انہیں لباس اتارنے کے لیے اس لیے نہیں کہا کہ وہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں اور اس وقت ہم میں سے کسی کا لباس سفید نہیں ہے... بلکہ میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے... کہ وہ چیز بہرحال لباس میں موجود ہے... جس پر یہ مکڑیاں آتی ہیں۔''

''اوہ ہاں! ضرور یہی بات ہے... لیکن وہ چیز کیا ہے...''

''یہ تو اب ان کے کپڑوں کی تلاشی لینے سے پتا چلے گا... جمشید تم نے کپڑے اتار دیے ہیں۔''

''ہاں! پروفیسر صاحب... ایک چادر لپیٹ لی ہے۔''

''تب پھر جلدی سے اپنے کپڑوں کا جائزہ لے لو... وہ جو چیز ہے... ضرور لباس میں کمر کی طرف ہوگی... یا بازوؤں کے نیچے جو جگہ ہوتی ہے۔''

''مم... میں دیکھتا ہوں۔''

''اور یہ پھر اٹھ رہی ہیں... گویا پھر دروازے سے ٹکرائیں گی۔''

''آپ فکر نہ کریں... میں کپڑوں کا... اوہ یہ رہی وہ چیز... ایک انچ سے بھی چھوٹی... سیاہ رنگ کی پلیٹ سی... لیکن یہ بالکل نرم ہے... جیسے ریشم کی ہو۔''

''بس تم اسے جلا دو۔''

''آپ کا مطلب ہے... کپڑے سے اتار کر۔''

''ہاں۔'' وہ بولے۔

جلد ہی ان کی آواز سنائی دی:

''میں نے اسے جلا دیا ہے۔''

''اب کپڑوں کو دروازے کے سامنے چھوڑ دو... اور خود اور کسی چیز کی اوٹ میں ہو جاؤ... کیونکہ اب ہم دروازہ کھول رہے ہیں... دیکھنا یہ ہے کہ اس پلیٹ کے جلا دیے جانے کے بعد اب مکڑیاں کیا کرتی ہیں۔''

''ٹھیک ہے... آپ فکر نہ کریں... میں پوری طرح ہوشیار رہوں گا۔''

اس کے بعد انہوں نے دروازہ کھول دیا... ساتھ ہی انہیں حیرت کا جھٹکا لگا:

''ارے! یہ کیا... دونوں مکڑیوں نے تو کوئی حرکت ہی نہیں کی۔''

''بس تو پھر اس کا مطلب ہے...''

عین اس لمحے دروازے کے باہر ایک پرہول دھماکا ہوا اور ان کے ہوش اڑ گئے، حواس غائب ہو گئے... باہر گہرا دھواں چھا گیا تھا اور وہ اس دھوئیں میں نہیں جا سکتے تھے... بلکہ اس سے بچنے کے لیے انہیں دروازہ بند کرنا پڑا... فرزانہ کی کانپتی آواز سنائی دی:

''اب... ابا جان۔''

''دروازہ کھول دو... میں انہیں دھوئیں سے نکال کر اس کمرے میں لاتا ہوں۔'' پروفیسر داؤد تھر تھر کانپتی آواز میں بولے۔

''آپ... کیا آپ پر دھوئیں کا اثر نہیں ہوگا۔''

''ہوتا ہے تو ہوتا رہے... جمشید کو دھوئیں میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔'' پروفیسر چلائے۔ پھر انہوں نے خود ہی دروازہ کھول دیا اور دھوئیں میں داخل ہو گئے۔

آؤ... ہم بھی کیوں رکیں۔'' خان رحمان چلائے۔

''لیکن انکل... ہم تو فوراً بے ہوش ہو جائیں گے... فائدہ کوئی بھی نہیں ہوگا۔'' فرزانہ بولی۔

''بھاڑ میں گیا فائدہ۔'' خان رحمان نے کہا اور باہر چھلانگ لگا دی۔

اب وہ تینوں رک کر کیا کرتے... انہوں نے بھی دھوئیں میں چھلانگیں لگا دیں۔ سانس پہلے ہی روک چکے تھے... ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز ابھری:

''میں جمشید تک پہنچ گیا ہوں... لیکن یہ مجھ سے کھنچ نہیں رہا... م... میری مدد کرو۔''

وہ آواز کی سمت میں دوڑے اور سب کے سب ایک دوسرے سے ٹکرا کر گرے... پھر اٹھے تو پروفیسر داؤد کے نزدیک تھے... اب انہوں نے مل کر انسپکٹر جمشید کو بازوؤں اور ٹانگوں سے پکڑا... ساتھ ہی ان کے سانس جواب دے گئے... انہیں دھوئیں میں سانس لینا پڑ گیا اور وہ گرتے چلے گئے۔

☆☆☆☆☆

گرفتاری کے بعد

سب سے پہلے فرزانہ کی آنکھ کھلی... اس نے جلدی سے دائیں بائیں دیکھا... اس کے دائیں طرف کے بیڈ پر محمود اور بائیں طرف فاروق... قدرے اوپر کو اٹھ کر دیکھا تو اس سے آگے پروفیسر اور خان رحمان لیٹے نظر آئے... لیکن انسپکٹر جمشید وہاں کہیں لیٹے نظر آئے... مارے بے چینی کے اس کی حالت خراب ہوگئی... اس کے منہ سے خوف کے عالم میں نکلا:

''نن... نہیں... نہیں۔''

''کک... کیا نہیں نہیں... ہاں ہاں... کیوں نہیں۔'' فاروق کی آواز ابھری۔

''توبہ ہے تم سے... نہ موقع دیکھتے ہو، نہ محل...''

''آنکھیں بند ہیں... کھل ہی نہیں رہیں... موقع اور محل کیسے دیکھوں'' فاروق

''ارے! یہ کیا... جمشید کہاں ہیں۔'' خان رحمان چلائے۔

''جم... جم... شید...'' پروفیسر داؤد کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

''کیا... کہنا چاہتے ہیں۔'' خان رحمان بلند آواز میں گویا ہوئے۔

''معلوم نہیں... میرا دماغ کام نہیں کر رہا...'' پروفیسر بولے۔

''اور محمود... کیا تمہارا دماغ کام کر رہا ہے... ہمیں یہاں جمشید کیوں نظر نہیں آ رہے۔'' خان رحمان لرزتی آواز میں بولے۔

عین اس وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور سب انسپکٹر اکرام اندر آتا نظر آیا... اس کا چہرہ دودھ کی طرح سفید تھا:

''نن... نہیں... نہیں۔'' وہ چلا اٹھے۔

''وہ... وہ ادھر ہیں... لیکن۔'' اکرام کے منہ سے نکلا۔

''لیکن کیا؟''

''موت اور زندگی کی کش مکش میں ہیں... زہریلے دھوئیں کا اثر سب سے زیادہ ان پر ہے۔''

''وہ... وہ ہیں کہاں۔''

''ساتھ ہی انتہائی نگہداشت کا کمرہ ہے... اس میں ہیں۔''

یہ سنتے ہی وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور پھر دھم دھم کر کے گر

پڑے... ان کی ٹانگوں میں جان ہی نہیں تھی:

''یہ... یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں... آپ لوگوں کو حرکت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔''

''بھاڑ میں گئی جان! ہم وہاں جائیں گے انکل... آپ ہمیں لے چلیں۔'' فرزانہ نے جذبات سے لبریز آواز میں کہا۔

''ہاں! ہمیں کسی طرح وہاں پہنچا دیں... ہم انہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

پھر انہیں سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لایا گیا... انسپکٹر جمشید بالکل ساکت نظر آئے... وہ بہت آہستہ انداز میں سانس لے رہے تھے:

''ابا جان!'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''دعا کریں... دعا۔'' کمرے میں موجود ایک ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔

اس وقت بیگم جمشید اندر داخل ہوئیں... اور ان کی حالت دیکھ کر ساکت رہ گئیں... ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... پھر ان سب کو ساتھ والے کمرے میں لایا گیا... اس وقت اکرام نے انہیں بتایا:

''ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے کہ اگر انہیں ایک لمحے کے لیے بھی ہوش

آ گیا تو ... بچنے کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے... ہم سب یہاں بیٹھ کر ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔''

وہ سب دعا میں مصروف ہو گئے... ایک گھنٹے بعد اکرام اندر داخل ہوا تو اس کے چہرے پر امید کی کرنیں نظر آ رہی تھیں:

''کیا خبر ہے انکل۔''

''انہیں ذرا سی دیر کے لیے ہوش آیا تھا... اب ڈاکٹر پر امید ہیں۔''

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''کیا ہم ان کے کمرے میں جا سکتے ہیں۔''

''ابھی نہیں... کم از کم تین گھنٹے بعد۔'' انہوں نے بتایا۔

''ٹھیک ہے... ہم پھر سے دعائیں شروع کر دیتے ہیں۔''

اور وہ دعا میں مصروف ہو گئے... تین گھنٹے بعد اکرام اندر آیا تو اس کا چہرہ چمک رہا تھا:

''سر مکمل طور پر ہوش میں آ گئے ہیں... آپ لوگ ان سے مل سکتے ہیں، لیکن ابھی بات چیت کرنے کی اجازت نہیں... اور خود وہ تو خیر ابھی بات کر ہی نہیں سکتے۔''

''اچھی بات ہے۔''

وہ سب ان کے کمرے میں داخل ہوئے... ان کی آنکھیں کھل اٹھیں... وہ انہیں دیکھ کر آہستہ سے مسکرائے... جواب میں وہ بھی مسکرائے... لیکن اس مسکراہٹ کے ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے... انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں بھی نمی آ گئی... تاہم انہوں نے سر کی بالکل ہلکی سی حرکت سے اشارہ کیا کہ روؤ نہیں... حوصلہ رکھو۔''

کافی دیر وہ ان کے پاس بیٹھے رہے... پھر ڈاکٹر حضرات نے ان سے کہا:

''اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے... آپ لوگ ساتھ والے کمرے میں چلے جائیں... ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔''

انہوں نے سر ہلا دیے اور دوسرے کمرے میں آ گئے:

''اب ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے نہیں رہ سکتے... ہمیں اپنا کام کرنا ہو گا... دشمن نے ہمارے سب سے اہم ساتھی کو اپنے خیال میں فی الحال بے کار کر دیا ہے... تاکہ ہم اس کا سراغ نہ لگا سکیں... لیکن ہم ان شاء اللہ اس کا سراغ لگا کر رہیں گے... ہمارے پاس وہ سیاہ رنگ کی ننھی سی پلیٹ سراغ لگانے کا پہلا ذریعہ ہے۔'' فرزانہ نے پر جوش انداز میں کہا۔

''لیکن وہ پلیٹ اب ہمارے پاس کہاں رہی... اسے تو ہم نے جلا دیا ہے۔'' فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

''اوہو! بات سمجھنے کی کوشش کیا کرو... میرا مطلب ہے... آخر وہ پلیٹ ابا جان کے کپڑوں پر کس نے لگائی...''

''اوہ ہاں...'' محمود نے چونک کر کہا۔

''اس پر ہمیں غور کرنا ہوگا...''

''میں نے غور کر لیا... جب ہم مونا ساگر صاحب کو ہسپتال میں لائے تھے... یہ پلیٹ اس وقت لگائی گئی... اور ظاہر ہے یہ کام ان چار میں سے کسی ایک ڈاکٹر کا ہے... اور اس کا یہ مطلب بھی بنتا ہے کہ وہ ایک ڈاکٹر مجرم کا خاص آدمی ہے... اس کے ذریعے وہ اہم کام لے رہا ہے... اور اور۔'' فرزانہ کا چہرہ یہ کہتے کہتے سرخ ہو گیا... یوں لگا جیسے کسی اور زبردست نتیجے پر پہنچ گئی ہو۔

''یہ اور اور کہنے کے ساتھ ہی تمہارا منہ اس قدر لال کیوں ہوگیا۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''اس لیے کہ ایک اور بہت زبردست خیال آیا ہے۔''

''اور وہ کیا؟'' پروفیسر داؤد اور خان رحمان نے جلدی سے کہا۔

''اور وہ کیا... ایم ایس کامران شیرانی نے خودکشی نہیں کی...

اسے بھی اس ڈاکٹر نے قتل کیا ہے...''

''اوہ... اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

''آؤ... جلدی کرو... اب ہم یہاں رک نہیں سکتے۔''

وہ بلا کی تیزی سے باہر نکل آئے اور خان رحمان کی گاڑی میں بیٹھ کر کمرہ امتحان کی طرف دوڑ پڑے... جلد ہی وہ ان چاروں کے سامنے تھے... اب وہ انہیں بڑی طرح گھور رہے تھے:

''کیا بات ہے... کیا ہمیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جانے کا ارادہ ہے، خیال رہے... ہماری ضمانت ہو چکی ہے... اور ضمانت کے کاغذات یہاں آنے ہی والے ہیں۔''

''کیا!!!'' وہ چلا اٹھے۔

''جی ہاں! ہم ایک بلیک میلر کے چکر میں پھنس کر یہ سب کرتے ہیں... اصل مجرم بلیک میلر ہے... نہ کہ ہم... اس لیے ہماری ضمانتیں منظور کر لی گئی ہیں۔''

''یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔''

''یہ ماہر ترین وکیلوں کا کام ہے... آپ لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔'' ایک ڈاکٹر زور سے ہنسا... اور فرزانہ کی نظریں اس پر جم گئیں... باقی تین کی نسبت وہ زیادہ شوخی پر اترا ہوا تھا... فرزانہ کے

منہ سے نکلا:

''آپ کا نام؟''

''میرا نام جان کر کیا کرو گے تم لوگ...'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''نام جان کر کام کی بات کرنا آسان ہوتا ہے... مہربانی فرما کر نام بتائیں... ویسے بھی جب آپ کو یہاں سے فارغ کیا جائے گا... آپ کے دستخط کرائے جائیں گے... نام تو آپ کا اس وقت بھی رجسٹر میں لکھا جائے گا... لہٰذا نہ بتا کر آپ کیا فائدہ اٹھا سکیں گے۔''

''ہوں... خیر... لکھ لو... میرا نام جاقب کیدار ہے... سنا تم نے... جاقب کیدار۔'' اس کا لہجہ اور زیادہ طنزیہ ہو گیا۔

''ہوں! سنا... تو وہ تم ہو... خیر...''

''کیا مطلب... تو وہ تم ہو... کیا؟'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ایک منٹ! ابھی بتاتا ہوں۔''

یہ کہہ کر محمود نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے اور انہیں صورت حال کہہ سنائی... پھر بولا:

''یہ لوگ مجرم کے پکے ساتھی ہیں... بلیک میل والی بات صرف

کہانی ہے... جھوٹ ہے... اپنی ضمانت کرانے کا چکر ہے... لہٰذا ہم چاہتے ہیں... ان کی ضمانت فوراً طور پر کینسل کی جائے...''

''محمود! اب یہ کس طرح ممکن ہے... ہائی کورٹ نے ان کی ضمانت منظور کر لی ہے...'' آئی جی پریشان ہو گئے۔

''اچھی بات ہے... رہائی کے بعد پھر گرفتاری ہو سکتی ہے... ہمارے پاس ایک بہت بڑا الزام ہے ان کے خلاف۔''

''اوہو اچھا... اور وہ کیا۔''

''وہ میں ان کے سامنے نہیں بتا سکتا... آپ یہاں فورس قائم کر دیں... جونہی انہیں یہاں سے رہا کر کے باہر لے جایا جائے۔ انہیں پھر گرفتار کر لیا جائے۔''

''ٹھیک ہے... باہر آ کر الزام بتا دو۔''

وہ کمرہ امتحان سے نکل آئے... اب محمود نے آئی جی صاحب کو اس پلیٹ کے بارے میں بتایا... اس بات کو سن کر آئی جی صاحب اور زیادہ پریشان ہو گئے اور بولے:

''لیکن محمود... یہ بھی تو سوچو... اس بات کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ یہ کام انہی کا ہے...''

''ہسپتال میں لگا ہوا کیمرہ... جو اس وقت فلم بنا رہا تھا۔''

''اوہ ہاں... اگر وہاں یہ منظر نظر آجائے... تو انہیں دوبارہ گرفتار کیا جاسکتا ہے... لیکن ثبوت سے پہلے ان کے وکیل ایسا نہیں ہونے دیں گے... لہٰذا انہیں اس وقت جانے دیا جائے...''

''لیکن سر! اس طرح تو یہ غائب ہو جائیں گے۔''

''نہیں... فورس تعاقب کرے گی... جہاں وہ جائیں گے... اس جگہ کی نگرانی جاری رکھی جائے گی... یہاں تک کہ ہم ثبوت حاصل کر لیں... اس صورت میں ہم انہیں گرفتار کر سکتے ہیں۔''

''بہت خوب! یونہی سہی۔''

اسی وقت وکیلوں کی گاڑی آتی نظر آئی:

''وکیلوں کی گاڑی آگئی ہے سر۔''

''فکر نہ کرو... فورس کے پہنچنے میں بھی ایک منٹ لگے گا... اور اتنی دیر تو یہاں سے فارغ کرنے میں بھی لگا دی جائے گی...'' انہوں نے کہا۔

''ٹھیک ہے سر۔''

اور پھر وکیل حضرات انہیں چھڑا کر باہر لے آئے... اس وقت جاقب کیدار نے ان کی طرف طنزیہ نظروں سے دیکھا:

''نہیں روک سکے۔''

''پھر گرفتار کرنے کے لیے آرہے ہیں۔'' محمود مسکرایا۔

''آپ نے سنا... یہ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''جب یہ گرفتار کرنے کے لیے آئیں گے تو گرفتاری کا کوئی جواز لے کر آئیں گے... ایسے ہی نہیں آجائیں گے... اور ہم اس وقت بھی آپ کے ساتھ ہوں گے... دیکھیں گے... انہیں گرفتار کرنے کا حق ہے یا نہیں... اگر حق ہوگا تو آپ لوگ گرفتاری دے دیجیے گا... ہم پھر آپ کی ضمانت کرا لیں گے۔''

''بہت خوب!'' ان چاروں کے منہ سے نکلا... ساتھ میں وہ شیطانی انداز میں مسکرائے بھی۔

اس وقت تک کمرہ امتحان کے باہر فورس پہنچ گئی... یہ دیکھ کر ان کی پیشانیوں پر بل پڑ گئے:

''یہ کیا... یہ لوگ تو گرفتاری کے لیے آ بھی گئے۔'' جاقب کیدار کا لہجہ سخت ہوگیا۔

''دیکھ لیتے ہیں... آپ فکر نہ کریں... آپ کو رہا کرانا ہمارا کام ہے۔'' ایک وکیل نے کہا۔

جب فورس ان کی طرف نہ بڑھی تو وکیل سمجھ گئے... انہوں نے ایک قہقہہ لگایا، پھر ایک نے کہا:

''ان کے پاس کچھ نہیں ہے، یہ ہمارا راستہ نہیں روک سکیں گے... آیئے۔''

وہ وہاں سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے... جونہی گاڑی روانہ ہوئی... فورس نے اس کا تعاقب شروع کردیا... دوسری طرف آئی جی صاحب کی ہدایات جاری ہو چکی تھیں اور ہسپتال کے کمرے میں لگے کیمرے کی فلم کو چیک کیا جارہا تھا... جلد ہی انہوں نے دیکھ لیا کہ جاقب کیدار نے وہ پلیٹ انسپکٹر جمشید کی کمر پر چپکائی تھی... یہ اطلاع فوری طور پر آئی جی صاحب کو دی گئی... انہوں نے فورس کو حکم دیا کہ جاقب کیدار کو دوبارہ گرفتار کر لیا جائے... یہ اطلاع انہیں بھی دے دی گئی... انہوں نے اطمینان محسوس کیا... اور فورس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے... پھر آدھ گھنٹا گزر گیا... لیکن فورس واپس نہ پہنچی... انہوں نے پھر آئی جی صاحب سے رابطہ کیا... دوسری طرف سے انہوں نے یہ خبر سنائی:

''وکیل حضرات ان چاروں کو ایک عمارت میں لے گئے تھے... انہیں وہاں پہنچا کر وکیل حضرات واپس ہو گئے... ایسے میں ہماری طرف سے فورس کو کیدار کی گرفتاری کا حکم ملا... وہ اس عمارت میں داخل ہو گئے... لیکن ان چاروں کا وہاں کوئی سراغ نہیں ملا۔''

''کیا!!!'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ ساتھ میں فرزانہ کو ایک خوفناک خیال آیا:

☆☆☆☆☆

کیا مطلب

انسپکٹر جمشید کے کمرے کا دروازہ کھلا... اور ایک شخص اندر داخل ہوا... اس کے جسم پر ڈاکٹر حضرات والا کوٹ تھا... آنکھوں پر عینک تھی... انسپکٹر جمشید اس وقت ہوش میں تھے اور ان کے علاج کے لیے مامور تین ڈاکٹر پہلے ہی وہاں موجود تھے... اس پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر جمشید کا دل زور سے دھڑکا... کیونکہ اس کی آنکھوں میں ان کے لیے نفرت تھی:

''آپ... آپ کون ہیں۔'' ایک ڈاکٹر نے حیران ہوکر پوچھا۔

''جنرل ہسپتال کا ڈاکٹر احسان غوری... ان کا دوست ہوں... ان کے بارے میں خوفناک اطلاع ملی تو چلا آیا...''

''لیکن ان سے ملنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے، جب تک ان کی حالت اطمینان بخش نہیں ہوجاتی... اس وقت تک ملاقات نہیں ہوسکتی، لہٰذا آپ یہیں سے واپس مڑ جائیں۔''

''کیا میں اپنے دوست کو اتنے فاصلے سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔'' وہ بولا۔

''آپ دیکھ تو چکے ہیں... بس چلے جائیں۔''

''اچھی بات... دراصل میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ آج کسی وقت ان سے ملاقات کروں گا... سو اپنا وعدہ پورا کرنے چلا آیا... آپ ناراض ہو رہے ہیں تو چلا جاتا ہوں۔''

انسپکٹر جمشید اس وقت بے بس تھے... اس کیس کا مجرم ان کے سامنے تھا... لیکن وہ اس کا کچھ بھی بگاڑنے کے قابل نہیں تھے... وہ ان ڈاکٹر حضرات سے یہ کہنے کے قابل بھی نہیں تھے کہ یہ شخص مجرم ہے... اسے گرفتار کرا دیں... انہوں نے دیکھا... وہ طنزیہ انداز میں ہاتھ ہلا کر واپس جا رہا تھا۔ اس کی آواز باریک تھی... جہاں تک نقوش کا تعلق ہے تو وہ ضرور میک اپ میں تھا... اس نے بہت عجیب انداز میں ہاتھ ہلایا تھا... انہوں نے اس کے ہاتھ کو غور سے دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں... ان کے ساتھیوں سے یہ غلطی ہوئی تھی کہ ہسپتال سے جاتے وقت یہاں خفیہ فورس کے کسی کارکن کو مقرر نہیں کیا تھا۔ بس ان ڈاکٹر حضرات کو چیک کرنے کے لیے ایسے ہی نکل گئے تھے... انہیں خیال ہی نہیں رہا تھا کہ انسپکٹر جمشید اپنے کمرے میں بے بس حالت میں ہیں...

اور کوئی دشمن اس وقت آسکتا تھا... ڈاکٹر بے چارے تو جرائم پیشہ حضرات کے مقابلے میں یوں بھی کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوتے... بہرحال اس وقت مجرم چاہتا تو ان پر وار کر سکتا تھا... لیکن اس کا ایسا پروگرام تو تھا ہی نہیں... وہ تو یہ بتانے آیا تھا کہ اس نے جو کہا تھا... پورا کر دیا...

اس کے نصف گھنٹے بعد فرزانہ کو اس بات کا خیال آیا... وہ بھی اس وقت جب انہیں پتا چلا کہ چاروں ڈاکٹر اس عمارت سے غائب ہیں... انہوں نے اسی وقت خفیہ فورس کے انچارج کو فون کیا:

''السلام علیکم نمبر1... پولیس ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ نمبر16 میں اس وقت ابا جان موجود ہیں اور ہم وہاں سے ان کی حفاظت کے انتظامات کیے بغیر نکل آئے ہیں... یہ ہماری غلطی ہے... اللہ کرے وہاں ہر طرح خیریت ہو... آپ لوگ فوراً وہاں پہنچ جائیں۔''

''اوہ اچھا۔ ہم آناً فاناً وہاں پہنچ رہے ہیں اور پہنچ کر فون کریں گے۔''

''شکریہ!'' محمود نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اب محمود نے آئی جی صاحب کو پھر فون کیا اور چاروں ڈاکٹر

حضرات کے غائب ہونے کی خبر سنانے کے بعد کہا:

''انکل ہم وہاں پہنچ رہے ہیں... آپ ذرا فورس کو ہدایات دے دیں کہ وہیں ٹھہریں... ہم جاننا چاہتے ہیں... آخر وہ وہاں سے غائب کس طرح ہو گئے... دوسری بات جن وکیلوں نے ان چاروں کی ضمانت کرائی ہے... ان وکیلوں کی نگرانی شروع کرا دیں۔''

''اچھی بات ہے... میں جمشید کے لیے فکر مند ہوں۔''

''ڈاکٹر صاحبان کا کہنا ہے... وہ اب خطرے سے باہر ہیں... بس ابھی وہ بول نہیں سکتے... نہ ہل جل سکتے ہیں۔''

''اللہ انہیں جلد بولنے اور چلنے پھرنے کے قابل بنائے۔''

''اور صبح کے اخبارات کی کیا تیاریاں ہیں۔'' محمود نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

''ظاہر ہے... وہ خوب بھد اڑائیں گے۔''

''کیا سبھی اخبارات ہمارے دشمن ہیں... پہلے تو ایسا نہیں تھا... اخبارات تو ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا کرتے تھے... یہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔''

''یہ خبریں لگانے کے لیے شاید انہیں بہت بڑی رقمیں دی گئی ہیں، یعنی یہ خبریں نہیں... اشتہار ہوں گے... اخبارات تو دراصل خبریں لگانے کی فیس لیں گے... گویا ان خبروں میں اخبارات کی اپنی مرضی

شامل نہیں ہوگی... لیکن چونکہ اشتہارات ان کی آمدنی کا ذریعہ ہیں، اس لیے مجبور ہوں گے۔''

''خیر کوئی بات نہیں... اللہ مالک ہے۔''

پھر وہ اس عمارت کے سامنے پہنچ کر اپنی کار سے اترے... یہ رضوان روڈ پر رضوان سینٹر نامی عمارت تھی... اس عمارت کو رہائشی حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور یہ تمام حصے کرائے پر دیے جاتے تھے... چاروں وکیل اس کے پورشن نمبر 101 میں رہتے تھے... یہ دو کمروں کا پورشن تھا... اس عمارت کا ایک دروازہ پچھلی طرف بھی کھلتا تھا، فورس کا کہنا تھا کہ انہوں نے پہلے ہی عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا... اور یہ ناممکن ہے کہ وہ چاروں پچھلے دروازے سے نکل گئے ہوں... اور اپنے دونوں کمروں میں وہ تھے نہیں... اب سوال یہ تھا کہ وہ کہاں غائب ہو گئے... ظاہر ہے... عمارت ہی میں کہیں چھپے ہوئے تھے... اور پوری عمارت کی تلاشی لینا آسان کام نہیں تھا... اس طرح بے شمار بے قصور لوگوں کو تنگ کیا جاتا... اور وہ اس کے حق میں نہیں تھے۔

پہلے وہ دونوں میں سے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرہ کافی کھلا تھا اور اس میں چار بیڈ بچھے ہوئے تھے... گویا وہ چاروں اس میں سوتے تھے... دوسرے کمرے میں ان کا سامان وغیرہ موجود تھا:

''ہمیں ان دونوں کمروں کا بغور جائزہ لینا ہے۔'' فرزانہ بولی۔

''انکل اکرام کو بھی فون کر دیتا ہوں... تاکہ انگلیوں کے نشانات بھی اٹھوائے لیے جائیں۔'' محمود نے کہا۔

انہوں نے سر ہلا دیے... پھر وہ دیر تک دونوں کمروں کو دیکھتے رہے... انہوں نے عدسے کی مدد سے بھی جائزہ لیا... آخر محمود نے کہا:

''چاروں ڈاکٹر ایک ہی خوشبو استعمال کرتے ہیں... ان کے بال سرخی مائل ہیں... لگتا ہے... چاروں بھائی ہیں... ورنہ بال ایک رنگ کے تو ہو نہیں سکتے۔''

''لیکن ان باتوں سے ہمیں کیا فائدہ... ہم نے تو انہیں دیکھا ہوا ہے... جونہی نظر آئیں گے، ہم پہچان لیں گے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''نہیں انکل۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''کیا کہا... نہیں انکل؟''

''ہاں! وہ غائب اسی لیے ہوئے ہیں... ہیں کہیں اسی عمارت میں، لیکن اب یہاں سے میک اپ کر کے نکلیں گے۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا۔

''لہٰذا ہم میں سے دو کو پچھلے اور تین کو اگلے دروازے پر نگرانی کرنا ہوگی... باہر نکلنے والے ہر شخص کو چیک کرنا ہوگا... کیونکہ نکلنے کی

فکر تو وہ کریں گے۔''

''ٹھیک ہے... محمود، فرزانہ اور میں اگلے دروازے پر اور فاروق اور پروفیسر صاحب پچھلے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں... ہمارے ساتھ فورس بھی ہوگی۔'' خان رحمان نے کہا۔

''چلیے ٹھیک ہے۔''

اب وہ دونوں دروازوں پر چوکس کھڑے ہوگئے... کافی دیر گزر گئی... کوئی باہر نکلتا نظر نہ آیا:

''یہ تو ہم کھڑے کھڑے تنگ آجائیں گے۔'' پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

''آپ بیٹھ جائیں۔'' فاروق نے مسکرا کر کہا۔

''اوہو... میرا مطلب صرف مجھ سے نہیں... سب سے ہے۔''

''تو پھر سب بیٹھ جاتے ہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''وہ دیکھیے... دو آدمی چلے آرہے ہیں۔'' فورس کے ایک جوان نے انہیں متوجہ کیا۔

دونوں نے ان کی طرف غور سے دیکھا:

''کیا خیال ہے فاروق کیا یہ دونوں ان چاروں میں سے تو نہیں۔''

''ہم ان سے بات چیت کر چکے ہیں... ان کی آواز پہچانتے

ہیں... لہٰذا دو چار باتیں کریں گے اور اندازہ ہو جائے گا... دوسری بات، ہمارے پاس ان چاروں کے انگلیوں کے نشانات ہیں... ہم ان کے نشانات لیں گے اور ان سے ملا کر دیکھ لیں گے۔''

''بالکل ٹھیک... یار فاروق... میں بھی تم لوگوں کے ساتھ کچھ کچھ جاسوس بنتا جا رہا ہوں۔'' پروفیسر خوش ہو کر بولے۔

''کچھ کچھ نہیں انکل... کافی کچھ... بلکہ بہت کچھ۔''

''شکریہ فاروق... اب تم دیکھنا... میں ان سے کس طرح بات کرتا ہوں۔'' وہ بولے۔

''جی اچھا!'' فاروق نے فوراً کہا۔

''جی اچھا کیا۔'' پروفیسر بولے۔

''آپ نے کہا نا... تم دیکھنا... بس اس کے جواب میں، میں نے کہا ہے، جی اچھا۔ کیا میں نے غلط کہا ہے۔''

''پپ... نن۔'' وہ ہکلائے۔

''اور یہ پپ نن... کس سلسلے میں کہا ہے آپ نے۔''

''پپ نن... پتا نہیں کا مختصر ہے۔'' پروفیسر داؤد نے اسے گھورا۔

''اب آپ اتنی سی بات پر اس طرح تو نہ گھوریں انکل۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"اوہ اچھا... لیکن بتا دینا۔" پروفیسر جلدی سے بولے۔

"کیا... کیا بتا دوں۔"

"یہ کہ مجھے کتنی سی بات پر کس طرح گھورنا چاہیے۔"

"آپ تو بالکل ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگے ہیں۔"

"تم نے سنا نہیں... خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔"

"لیجیے! اب آپ خربوزوں کو درمیان میں لے آئے۔"

اتنے میں وہ دونوں نزدیک آگئے:

"رک جائیے... خود کو چیک کرانا ہوگا۔"

"کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی۔"

"آپ یہاں رہائش پذیر ہیں۔"

"جی ہاں! کوئی اعتراض۔"

"کیا کام کرتے ہیں۔" پروفیسر بولے۔

"کس لیے پوچھ رہے ہیں۔"

"اس عمارت میں چار عدد مجرم چھپے ہوئے ہیں... اس لیے باہر نکلنے والے ہر آدمی کو چیک کیا جائے گا۔"

"لیکن یہ تو بہت مشکل کام ہوگا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"مشکل ہو یا آسان... کام تو کرنا ہوگا... آپ بس اپنی انگلیوں

کے نشانات دے دیں۔"

"ٹھیک ہے... لے لیں۔"

انہوں نے سادہ کاغذ پر نشانات لیے... اپنے پاس موجود نشانات سے ملائے... وہ بالکل مختلف تھے... لہٰذا شکریہ کہہ کر انہیں جانے کا اشارہ کردیا... ان کے جانے کے بعد پروفیسر بولے:

"یار فاروق... کوئی اور طریقہ نہیں ہوسکتا۔" ان کا انداز کافی اکتایا ہوا تھا۔

"م... میں فرزانہ سے بات کرتا ہوں۔"

فاروق نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور پھر فرزانہ کے نمبر ملائے:

"ہاں! کیا ہے۔" اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"کیا بات ہے... کاٹ کھانے کو کیوں دوڑ رہی ہو۔"

"کام بہت بور ہے نا... اور سست رفتار بھی۔" وہ ہنسی۔

"میں نے بھی فون اسی لیے کیا ہے۔"

"اچھا کیا ہے۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"اوہو... انکل چاہتے ہیں... تم ان لوگوں کو تلاش کرنے کی کوئی اور ترکیب سوچو۔"

''اچھا میں کوئی ایسی ترکیب سوچتی ہوں... کہ لاٹھی بھی مر جائے اور سانپ بھی باقی رہے۔''

''اگر تم نے کوئی ایسی ترکیب سوچی تو انکل تم سے سمجھ لیں گے... میری تو خیر کوئی بات نہیں... ہم تو پہلے ہی تمہاری الٹی سیدھی ترکیبوں پر عمل کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔''

''شش! شاید میں کچھ الٹ کہہ گئی۔'' فرزانہ ہکلائی۔

''شش شاید نہیں... یقیناً... لو سنو... تم نے کہا ہے... میں کوئی ایسی ترکیب سوچوں گی کہ لاٹھی مرجائے اور سانپ بھی زندہ رہے... لیکن ہم سانپ کو زندہ رکھنے کے بالکل قائل نہیں ہیں۔''

''یہ... یہ کہا ہے میں نے۔'' فرزانہ حیرت زدہ رہ گئی۔

''توبہ ہے تم سے... میں فون بند کر رہا ہوں... کوئی ترکیب ذہن میں آجائے تو بتا دینا... کیونکہ انکل بہت بور ہو رہے ہیں۔''

''تو انہیں گھر کیوں نہ بھیج دیا جائے... اور ادھر انکل خان رحمان بور ہو رہے ہیں... انہیں بھیج دیتے ہیں۔''

''ہرگز نہیں۔'' خان رحمان کی پرزور آواز سنائی دی۔

''ہرگز نہیں۔'' پروفیسر بھی بلند آواز میں بولے۔

''یہ دو مرتبہ ہرگز نہیں کی آواز کیوں سنائی دی ہے۔'' محمود کی آواز

سنائی دی... شاید موبائل پر ہونے والی باتیں نہیں سن رہا تھا۔

''دونوں انکل اس بور کام سے بور ہو رہے ہیں۔''

''لیکن میرے لیے اس کام میں ابھی ابھی دلچسپی کا پہلو سامنے آیا ہے۔'' محمود کی آواز میں سرسراہٹ تھی۔

''کیا کہا... جلدی بتاؤ۔''

''ہاں! ابھی ابھی ایک شخص کاؤنٹر کلرک کے پاس آیا تھا، اس نے کلرک سے کچھ پوچھا تھا... لیکن اس کی پوری توجہ باہر کی طرف تھی... گویا وہ دیکھنے کے لیے آیا تھا کہ ہم لوگ ابھی ہیں یا جا چکے ہیں... اور اس کے چلنے کا انداز ان میں سے ایک کے جیسا تھا۔''

''بس تو پھر دیر کا ہے کی... کلرک کے پاس پہنچ جاؤ... جلدی کرو... اور اگر وہ لوگ مل جائیں... تو ہمیں بلا لینا۔''

''اوکے... فکر نہ کرو... ہم جا رہے ہیں...'' محمود بولا۔

''مطلب یہ کہ اب مجھے کوئی ترکیب سوچنے کی ضرورت نہیں۔'' فرزانہ خوش ہوگئی۔

''خوش تو اس طرح ہو رہی ہو جیسے اسکول سے دو ماہ کی چھٹیاں مل گئی ہوں۔'' محمود نے منہ بنا کر کہا۔

''توبہ ہے ان سے۔'' فرزانہ کی جلی کٹی آواز ابھری۔

محمود اور خان رحمان اسی وقت وہ کاؤنٹر کلرک کے قریب پہنچ گئے۔

''السلام علیکم!'' محمود اور خان رحمان نے ایک ساتھ کلرک سے کہا۔

''وعلیکم السلام... وعلیکم السلام۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''یہ آپ نے دو بار کیوں کہا... ہم دو ہیں، اس لیے۔'' محمود نے اسے تیز نظروں سے گھورا... ساتھ میں مسکرایا بھی۔

''اچھا خیر... ابھی ابھی ایک شخص آپ کے پاس آیا تھا... ہم اس کے پورشن کا نمبر جاننا چاہتے ہیں۔''

''کک... کیوں ... جناب ... کیوں۔''

''اب آپ نے کیوں بھی دو مرتبہ کہا ہے۔''

''یہ... یہ میری... میری عادت ہے۔''

''آپ نے عادت ہے دو مرتبہ نہیں کہا۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''آپ... آپ عجیب آدمی ہیں... عجیب آدمی ہیں آپ۔''

''اچھا بھائی... معاف کر دیں ... اور صرف کمرے کا نمبر بتا دیں۔''

''مم... مجھے افسوس ہے۔''

''کس بات پر۔''

''میں آپ کو ان کے کمرے کا نمبر نہیں بتا سکتا۔ ہاں... نہیں بتا

سکتا... لوگ ہم پر بگڑتے ہیں... ہاں اس کی ایک صورت ہے۔''

''چلیے... وہ صورت بتا دیں۔''

''وہ صورت یہ ہے کہ آپ اپنے نام اور کام بتا دیں... میں ان سے پوچھ لیتا ہوں... اگر انہوں نے پسند کیا تو آپ سے ملاقات کر لیں گے۔''

''بہت معقول بات ہے... یہ ہیں محترم خان صاحب ... ان کا سونے کی کانوں کا کاروبار ہے...بس اسی سلسلے میں یہ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''کک... کیا کہا... کس چیز کا کاروبار ہے۔'' مارے حیرت کے اس کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔

''سونے کی... کانوں کا...'' آئی بات سمجھ میں۔''

''جج... جی... بالکل آگئی... میں انہیں فون کرتا ہوں۔''

اب اس نے ان کی نظر بچا کر ایک ہندسہ دبایا... دوسری طرف سے آواز سن کر بولا:

''یہاں دو صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں... ان میں سے ایک کا سونے کا کاروبار ہے۔'' یہ کہہ کر وہ رک گیا... پھر ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

''وہ کہہ رہے ہیں... انہیں سونے کی کانوں سے کوئی دلچسپی نہیں... کیونکہ وہ کوئلے کا کاروبار کرتے ہیں۔''

''بھائی ہم ان سے کانوں کے سلسلے میں بات نہیں کرنا چاہتے... ہمیں اور کام ہے۔''

''یہ کہہ رہے ہیں... ہمیں کوئی اور کام ہے۔''

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے فون بند کر دیا:

''وہ کہہ رہے ہیں... وہ ملاقات نہیں کرنا چاہتے۔''

''اچھا تو پھر سنو!'' خان رحمان کا لہجہ سرد ہو گیا۔

''جج... جی... کک... کیا سنوں۔'' وہ گھبرا گیا۔

''میرے ہاتھ میں بے آواز پستول ہے... اس کے کمرے کا نمبر بتاؤ۔''

''نن... نو۔''

''کیا کہا... نہیں۔''

''میں نے نہیں... نہیں کہا... بلکہ نو کہا ہے۔''

''اچھا... تمہارا مطلب ہے... کمرے کا نمبر نو ہے۔''

''ہاں!''

''اٹھو... ہمارے ساتھ چلو۔''

''مم... مجھے یہیں رہنے دیں... یہ میری نوکری کا سوال ہے۔''

''بھاڑ میں گئی تمہاری نوکری، چلو۔'' خان رحمان کا لہجہ اور زیادہ سرد ہو گیا... وہ لگا کانپنے... پھر وہ اسے لے چلے۔ یہاں تک کہ وہ کمرہ نمبر نو کے سامنے رک گیا۔

''یہ رہا جناب... کمرہ نمبر نو... اور اب مجھے اجازت دیں۔''

''ہرگز نہیں... تم ساتھ رہو گے... دروازے پر دستک دو اور اپنا نام بتا کر کہو... دروازہ کھول دو یہ میں ہوں۔'' محمود نے دبی آواز میں کہا۔

اب اس نے پہلے دستک دی... جب اندر سے پوچھا گیا، کون... تو اس نے کہا:

''یہ میں ہوں کاؤنٹر کلرک... دروازہ کھولیں۔''

چند سیکنڈ بعد ہی دروازہ کھل گیا اور وہ فوراً اندر داخل ہو گئے۔ کلرک کو انہوں نے باہر ہی چھوڑ دیا، اندر موجود لوگوں کے منہ مارے حیرت کے کھل گئے... وہ بول اٹھے:

''کیا مطلب!''

☆☆☆☆☆

پانچواں آدمی

انہوں نے دیکھا، کمرے میں وہ چاروں ڈاکٹرز موجود تھے... ان کے علاوہ ایک شخص اور بھی تھا... اسے انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا:

''تو آپ لوگ یہاں ہیں... یہ اچھا ہوا... ورنہ ہم نہ جانے کہاں کہاں تلاش کرتے آپ کو... اب ذرا ہاتھ اوپر اٹھا دیں... اور فرزانہ تم فاروق اور پروفیسر انکل کو بھی یہاں بلا لو۔''

یہ کہتے ہوئے محمود نے ایک نظر فرزانہ پر ڈالی، پھر ان پانچوں کی طرف دیکھا... وہ جوں کے توں بیٹھے تھے... انہوں نے ہاتھ اٹھانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی، یہ دیکھ کر محمود کی پیشانی پر بل پڑ گئے... اس نے قدرے سرد آواز میں کہا:

''اللہ کی مہربانی سے میرا نشانہ بہت پختہ ہے... اگر اب بھی تم لوگوں نے ہاتھ نہ اٹھائے تو میں کوئی قدم اٹھا بیٹھوں گا۔''

وہ اب بھی ٹس سے مس نہ ہوئے... اب تو انہیں بہت حیرت

ہوئی... ادھر فرزانہ فاروق کو فون کر چکی تھی... اس نے بھی صورت حال کا جائزہ لیا... پھر بولی:

''لگتا ہے... یہ لوگ بہرے ہیں... ان کے کانوں میں سوراخ کرنا ہوں گے... لیکن سوراخ کرنے سے پہلے کسی ایک کان کی لو اڑا کر دیکھ لیتے ہیں... پھر یہ ہاتھ بھی اٹھائیں گے اور فر فر باتیں بھی کریں گے۔''

''غلط فہمی بلکہ خوش فہمی میں مبتلا ہو۔'' ایک ڈاکٹر نے کہا... اس کا جملہ سن کر پانچواں آدمی ہنس پڑا... اس کے ہنسنے کا انداز عجیب سا تھا:

''اچھا! ہم خوش فہمی میں مبتلا ہیں... مطلب یہ کہ تم میں سے کسی کے کان کی لو نہیں اڑا سکیں گے... تو پھر ہاتھ کنگن کو آرسی کیا... یہ لو۔''

''ادھر تم گولی چلاؤ گے... ادھر تمہارے دماغ میں سوراخ ہو جائے گا... اب دیکھ لو... کان کی لو اڑانے کے بدلے دماغ کا سوراخ قابل قبول ہوگا یا نہیں۔''

''ذرا ہم بھی تو سنیں... یہ کیسے ہوگا۔''

''کھی کھی کھی۔'' پانچواں آدمی پھر اسی انداز میں ہنسا۔

''ان صاحب کو ہنسی کا بخار ہوگیا ہے کیا۔'' فاروق نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا... اس کے پیچھے سے پروفیسر داؤد اندر آ گئے:

''ایسا ہی لگتا ہے... اور دیکھو فاروق... یہ میرے کہنے پر ہاتھ اوپر نہیں اٹھا رہے۔''

''بے وقوف ہیں... تم کوئی خیال نہ کرو۔''

''تم کہتے ہو تو نہیں کرتا... ورنہ میں تو تلا بیٹھا ہوں۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''کس بات پر؟''

''خیال کرنے پر۔'' اس نے فوراً کہا۔

''ادھر ادھر کی نہ ہانکو... یہ لوگ قدرے ٹیڑھی کھیر لگ رہے ہیں۔'' پروفیسر داؤد کی آواز گونجی۔

''جی اچھا... لیکن ذرا ان کی خوش فہمی کا بھی تو جائزہ لے لیا جائے... ان کا کہنا ہے کہ اگر میں نے ان میں سے کسی کے کان کی لو اڑائی تو جواب میں یہ میرے دماغ میں ایک عدد سوراخ کر دیں گے۔''

''بس... صرف ایک۔'' فاروق نے لہجے میں حیرت تھی۔

''حد ہو گئی... اور تم کتنے سوراخ کرانا چاہتے ہو۔'' فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

''تم لوگ فضول کی باتیں لے بیٹھے... کام کی بات کرو۔''

''ساتھ والے کمرے کے دروازے میں دو سوراخ نظر آ رہے

ہیں۔''

وہ فوراً دروازے کی طرف مڑے... وہاں واقعی دو سوراخ تھے اور ان میں سے ایک میں پستول کی نال نظر آ رہی تھی:

''ہوں... تو یہ بات ہے۔''

''اب بتاؤ... ہاتھ کون اوپر اٹھائے گا۔''

''دونوں گروپ ہی رہنے دیتے ہیں۔'' محمود ڈھیلی ڈھالی آواز میں بولا۔ اس پر پانچویں آدمی کی کھی کھی پھر شروع ہو گئی۔

''یہ کون صاحب ہیں... ذرا ان کا اور ان کی ہنسی کا تعارف ہو جائے۔''

''ضرور... ضرور... کیوں نہیں... یہ ہیں مسٹر شن کان۔''

''شن کان... پہلے ایک نام سنا ہے... لی شن... اب یہ شن کان آ گئے... لگتا ہے... اس کیس کی باگ ڈور شائینوں نے سنبھال رکھی ہے۔''

''یہی بات ہے۔''

''لیکن شانگا تو ہمارا دوست ملک ہے۔''

''ظاہر میں ہے... سیاسی سطح پر ضرور وہ دوست نظر آتا ہے۔''

''خیر خیر... تم لوگوں کا پروگرام کیا ہے۔'' فاروق بولا۔

"پروگرام تو اب تم بتاؤ گے... تم ہمارے ساتھی کی زد پر ہو... جب کہ وہ تمہارے پستول سے محفوظ ہے۔"

"تم لوگ تو محفوظ نہیں ہو۔" محمود نے منہ بنایا۔

"تم نے دھیان نہیں دیا۔"

"وہ کیا؟"

"ہم نے شروع سے خود کو اس طرف رکھا ہے... ہم اپنے ساتھی کے پستول کی سیدھ میں نہیں ہیں... تم ہو... اس سے پہلے کہ تم لوگ گولی چلاؤ، وہ تم پانچوں کو ڈھیر کر دے گا... یقین نہیں تو گولی چلا کر دیکھ لو۔" ڈاکٹر کی آواز سے چنچنگی ٹپک رہی تھی۔ وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے... آخر محمود نے کہا:

"اچھی بات ہے... میں پستول جیب میں رکھ رہا ہوں... تم اپنے ساتھی کو ادھر بلا لو۔"

"ہرگز نہیں۔" دوسرا ڈاکٹر بولا۔

"کیا ہرگز نہیں۔"

"وہ ادھر نہیں آئے گا... وہیں رہے گا... تم اس کی زد پر رہو گے... اور جو بات کرنا چاہتے ہو... وہ کرو گے۔"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... اور محسوس کیا کہ جو وہ

کہہ رہے ہیں، کرنا ہوگا... اس وقت ضرورت اسی بات کی تھی... باہر موجود فورس کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ عمارت کے اندر اس کمرے میں کیا ہو رہا ہے، چنانچہ محمود نے کہا:

"اچھی بات ہے... تم لوگ ایم ایس کامران شیرانی کے قاتل ہو... خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

"کیا بے پر کی اڑا رہے ہو۔"

"ہمارے پاس ثبوت موجود ہے... ہسپتال کے کمرے میں کیمرہ لگا ہوا تھا، اس نے فلم بنائی ہے... اس میں صاف دیکھا جا سکتا ہے... کہ تم نے کامران شیرانی کی گردن میں پن داخل کی تھی اور پھر کھینچ لی تھی... اس پن کی نوک پر لگا ہوا زہر اس کے جسم میں داخل ہوا ہی تھا کہ وہ مر گیا... لہٰذا گرفتاری دے دو۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"سوال یہ ہے کہ اگر ہم گرفتاری نہ دیں تو تم کیا کرو گے۔"

"پھر یہاں فورس کے قدم مبارک آئیں گے... وہ تم لوگوں کو گرفتار کر کے لے جائے گی... تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں۔"

"چلو پھر بلاؤ... فورس کو... ہم دیکھنا چاہتے ہیں... کیسے بلاتے ہو۔"

"پروفیسر انکل... آپ کچھ کریں نا۔"

"یہ لو... ٹافی۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ٹافی اچھال دی...

فاروق نے اسے کیچ کر لیا اور بولا:

"لیکن انکل... اس کا کیا کریں... جو کمرے کے دروازے کے اس پار ہے۔"

"یہ اسی کے لیے ہے... دے دو بے چارے کو ٹافی۔"

"یہ لو بھئی... تم بھی کیا یاد کرو گے... پروفیسر صاحب کی ٹافی کھا لو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹافی دروازے پر کھینچ ماری ... ایک زور دار دھماکا ہوا اور دروازہ ٹوٹ کر دوسری طرف جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی فاروق، فرزانہ، پروفیسر داؤد اور خان رحمان نے بھی پستول نکال لیے... خان رحمان تو فوراً ہی دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے... ادھر جو کوئی بھی تھا... دروازے کے نیچے دب گیا تھا... اور بڑی طرح چلا رہا تھا... انہوں نے اس کے پستول پر قبضہ کر کے دروازہ اٹھا دیا:

"اب زیادہ چلانے کی ضرورت نہیں... بڑے سورما بنے ہوئے تھے... چلو تم بھی ان کے ساتھ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

وہ اسے بھی اس طرف لے آئے... ایسے میں پانچویں آدمی کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی:

"یہ... یہ کیسی ٹافی تھی؟"

"بہت میٹھی اور سریلی۔" فاروق مسکرایا۔

"ایسی پندرہ بیس ٹافیاں مجھے بھی بنا دیں پروفیسر۔" وہ بولا۔

"کرو گے کیا... اب تم لوگوں کو تو جیل جانا ہے۔" پروفیسر ہنسے۔

"جانا ہوگا انہیں... میں تو ان سے ملنے کے لیے آیا تھا... مجھے معلوم نہیں تھا... ان کے کرتوت کیا ہیں۔"

"اوہو اچھا... اور آپ کون ہیں۔"

"ان کا دور کا رشتے دار ہوں... کبھی کبھی ان سے ملنے کے لیے آجاتا ہوں... آج پتا چلا... یہ کیسے لوگ ہیں، اللہ ان کے شر سے بچائے..."

"جب تک آپ کی باتوں کی تصدیق نہیں ہو جاتی، آپ نہیں جا سکتے، چلیے پہلے آپ سے بات کر لیتے ہیں... کیوں فرزانہ۔" محمود نے کہا۔

"یہی مناسب ہے... اگر ان کا اس سارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں تو انہیں رخصت کر دیتے ہیں... لیکن ایسا لگتا نہیں۔" فرزانہ نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا:

"کیسا لگتا نہیں؟" اس نے منہ بنایا۔

''مطلب یہ کہ جب ہم اندر داخل ہوئے تھے... تو اس وقت آپ نے کوئی گھبراہٹ یا پریشانی ظاہر نہیں کی تھی۔''

''اس کا کیا ہے... لو میں اب ظاہر کیے دیتا ہوں... دیکھو میرے چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی نظر آ رہی ہے یا نہیں... بلکہ میں تو کہتا ہوں، کیا تم لوگوں کو کسی کے چہرے پر ایسی گھبراہٹ اور پریشانی نظر آئی ہوگی جو اس وقت میرے چہرے پر نظر آ رہی ہوگی... کیوں... یہی بات ہے نا۔'' اس نے رکے بغیر کہا... انداز مذاق اڑانے جیسا تھا۔

''آپ ذرا باتیں کم بنائیں... صرف ہمارے سوالات کے جوابات دیں... آپ کا نام۔''

''گیری کوپر۔''

''گیری کوپر! یہ کیسا نام ہوا۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''اگر پسند نہیں آیا تو دوسرا بتا دیتا ہوں... میرا دوسرا نام اشلوکاڈیا ہے۔''

''خوب خوب! نام ایک سے بڑھ کر ایک رکھے ہوئے ہیں آپ نے... اور کتنے نام ہیں آپ کے...'' فاروق نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

''جتنے کوئی پوچھ لے۔''

''واہ! کیا جواب ہوا۔'' محمود نے کہا۔

''میں ایسے اور بھی بہت سے جوابات دے سکتا ہوں۔'' اس نے زور دار انداز میں کہا۔

''خیر... تو آپ کا نام ہے... گیری کوپر... دوسرا نام ہے... اشلوکاڈیا... فی الحال ہم دو ناموں سے کام چلا لیتے ہیں... لہٰذا آپ اپنا تیسرا نام اپنے پاس رکھیں... اپنا پتا بتائیں... بلکہ شناختی کارڈ دکھا دیں۔''

''شناختی کارڈ چند دن پہلے گم ہو گیا تھا... نہ ملا تو پھر سے بنوانا ہوگا۔ لہٰذا معذرت۔''

''اور شناختی کارڈ پر آپ نے کیا نام لکھوایا ہوا ہے۔''

''گیری کوپر۔''

''گویا ہم آپ کا یہی والا نام لیں گے... ہاں تو مسٹر گیری کوپر آپ کے شہر کا نام... اور وہاں کا پتا؟''

''گاؤں... کونگی... پتا ہے جھاڑا فراش، مکان نمبر 11۔''

''اصلی پتا ہے یا نام کی طرح نقلی۔''

''نہیں... نام بھی اصلی... پتا بھی اصلی اور کام بھی اصلی۔'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

"ٹھیک یاد دلایا... آپ کام کیا کرتے ہیں۔"

"دوسروں کو بے وقوف بنانا میرا پیشہ ہے۔" اس نے فوراً کہا۔

"لیکن اس طرح آپ کو آمدنی کیسے ہوتی ہے۔"

"یہ میرا کام ہے... آپ اپنی بات کریں گے۔"

اب محمود نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا... اور بولا:

"کھیر ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے۔"

"اس کھیر میں یہی تو بڑی بات ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بس تو کرو فون انکل اکرام کو، لے چلتے ہیں انہیں۔"

"کہاں ... آپ کو معلوم نہیں ہم ضمانت پر ہیں۔"

"اب ہم نئے الزام کے تحت گرفتار کر رہے ہیں... ان لوگوں نے ایم ایس کو ہلاک کیا ہے۔"

"کیا ہوگا... مجھ پر کیا الزام ہے... یہ بتائیں۔" وہ ہنسا۔

محمود نے بے چارگی کے انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا، فوراً ہی فرزانہ بولی:

"کوئی مشکل نہیں۔"

"کیا مشکل نہیں۔"

"ان پر الزام لگانا... میں الزام لگاتی ہوں... یہ ان کے ساتھی ہی

ہیں... اور مزے کی بات یہ کہ میک اپ میں ہیں... آواز بھی بدل کر منہ سے نکال رہے ہیں..."

"کیا!!!" گیری کوپر کے منہ سے چلانے کے انداز میں نکلا...

عین اسی لمحے دروازہ زوردار انداز میں دھڑ دھڑایا گیا... ساتھ ہی کمرے میں گھپ اندھیرا ہوگیا:

☆☆☆☆☆

چھپی رستم عمارت

''ہائیں! یہ کیا ہوا؟'' خان رحمان چلائے۔

''اسے گھپ اندھیرا ہو جانا کہتے ہیں انکل۔'' فاروق ہنسا۔

''حد ہو گئی... وہ جھلا کر بولے۔

''جی ہاں! یہی بات ہے۔'' فاروق کی آواز پھر ابھری۔

''کیا یہی بات ہے۔'' پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

''یہ کہ حد ہو گئی۔''

''یار چپ رہو... ایک تو اتنا اندھیرا اوپر سے یہ بولے جا رہے ہیں۔'' محمود چلایا۔

''جج... جی... اچھا۔'' فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

اسی وقت دروازے پر پھر دستک دی گئی... اب انہوں نے دھیان دیا... انداز اکرام کا تھا... محمود فوراً اندازے سے دروازے کی طرف بڑھا اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھول لیا۔

''ارے یہ کیا... کمرے میں تو بالکل اندھیرا ہے۔'' اکرام کی آواز سنائی دی... برآمدے میں بھی اندھیرا تھا۔

''شکر کریں انکل۔'' فاروق چہکا۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' وہ بولے۔

''آخر یہاں اتنا اندھیرا کیوں ہے... برآمدہ بھی بالکل تاریک ہے... جب کہ...'' اکرام کہتے کہتے رک گیا۔

''جب کہ کے بعد آپ نے جملے کا گلا کیوں گھونٹ دیا۔'' فاروق نے جلدی سے پوچھا۔

''کک... کیا پوچھا... کس کا گلا، کیوں گھونٹ دیا۔'' پروفیسر بولے۔

''جج... جملے کا۔''

''اللہ کا شکر ہے... میں تو ڈر گیا تھا۔'' انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

''پہلے تو کمرے میں روشنی کرنی چاہیے... تاکہ ہم ایک دوسرے کی بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔'' خان رحمان نے جلدی جلدی کہا اور پھر دیوار ٹٹولنے لگے... ادھر یہ کام اکرام شروع کر چکا تھا... نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے... دونوں بوکھلا کر بولے:

''کک... کون۔''

"یہ... یہ میں ہوں۔" اکرام کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اور یہ میں ہوں۔" خان رحمان بولے۔

اسی وقت کمرے میں روشنی ہوگئی... اس کے ساتھ ہی وہ زور سے اچھلے... آنکھیں خوف سے پھیل گئیں... کمرے میں ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا... گویا وہ چاروں ڈاکٹر اور پانچواں آدمی نکل گئے تھے:

"لیکن..." پروفیسر ہکلائے۔

"اس موقعے پر آپ نے لیکن کس خوشی میں کہا۔"

"مم... میرا مطلب ہے کہ کمرے کا دروازہ تو اندر سے بند تھا اور وہ تو ہم نے کھولا ہے... پھر وہ کیسے غائب ہوگئے۔"

"اوہ ارے ہائیں..." یہ کہتے ہوئے محمود فوراً دوسرے کمرے میں داخل ہوگیا، لیکن وہ خالی پڑا تھا... اور اس کمرے کا کوئی بیرونی دروازہ نہیں۔

"اس کا مطلب ہے... ان دونوں کمروں میں یا ان میں سے کسی ایک میں کوئی خفیہ راستہ کھلتا ہے... بس انہوں نے اندھیرا کیا اور نکل گئے... کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ بچ نہیں سکیں گے۔ افسوس ہاتھ آئے مجرم نکل گئے..."

"کوئی بات نہیں... مجرم نکل بھی جایا کرتے ہیں... لیکن آخر کار

ہم انہیں پکڑ لیں گے۔" خان رحمان نے اسے دلاسہ دیا۔

"لیکن ہمیں وہ خفیہ راستہ تو تلاش کرنا ہوگا... ہوسکتا ہے، وہ راستہ کسی تہ خانے میں جاتا ہو اور وہ ابھی اس تہ خانے میں ہوں۔"

"بالکل ٹھیک... آؤ۔"

انہوں نے خفیہ راستے کی تلاش شروع کردی... ایسے میں فرزانہ بولی:

"حد ہوگئی... ہم لوگوں کی آج شاید عقلیں ماری گئی ہیں۔"

"تم اس خوب صورت نتیجے پر کیسے پہنچ گئیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اللہ پہنچانے والے ہیں... میں کیا میری بساط کیا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"لیکن یہ تو سوچو فرزانہ جس نتیجے پر پہنچی ہے... وہ کس قدر گہرا ہے۔" محمود مسکرایا۔

"ہوگا ایک کنویں جتنا گہرا... اب میں اس نتیجے کو سمندر جتنا گہرا کہنے سے تو رہا۔" فاروق نے اور زیادہ بڑا منہ بنایا۔

"اوہو... میں کہتا ہوں... فرزانہ کی بات زیادہ قابل غور ہے... وہ یہاں سے غائب کس طرح ہوگئے... ان دونوں کمروں میں اچانک

خفیہ راستہ کیسے پیدا ہوگیا۔ یہ عمارت ان کی ذاتی نہیں... کرائے کی ہے... یہ لوگ تو یہاں کرائے دار ہیں... کرائے داروں کو اس عمارت کے بارے میں اتنا کچھ کیسے معلوم ہوگیا... بلکہ اس سے بھی پہلے سوال یہ ہے کہ اس عمارت میں خفیہ راستہ ہے کیوں... ارے باپ رے...'' محمود چلّا اٹھا۔

''اب کیا ہوا۔'' فاروق جل گیا۔

''اب وہ ہوا ہے... جو ہماری سمجھ میں پہلے آجانا چاہیے تھا... غور کا مقام ہے... اگر یہ عمارت کرائے کی ہے تو ان لوگوں کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہونا چاہیے... اور اگر انہیں عمارت کے بارے میں اتنا کچھ معلوم ہے... تو پھر یہ عمارت کرائے کی نہیں ہے۔''

''کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلّائے۔

''ارے باپ رے... دوڑو۔''

انہوں نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی اور کاؤنٹر پر جا کر رکے... کاؤنٹر مین بازوؤں پر سر رکھے سو رہا تھا... محمود نے اس کا کندھا پکڑ کر ہلایا تو وہ اچھل پڑا:

''ک ک... کیا... کیا بات ہے۔''

''آپ سو رہے تھے نا... بس ذرا جگایا ہے آپ کو۔''

''ففقط فرمایئے... فرمایئے۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''کمرہ نمبر نو میں جو لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں... وہ کمرے کے اندر سے غائب ہو گئے ہیں۔'' محمود نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا۔

''غائب ہو گئے ہیں... کیا مطلب...''

''مطلب تو ہم آپ سے پوچھنے آئے ہیں۔''

''اوہ! معاف کیجیے گا... میں ذرا سو گیا تھا... میں نے انہیں نکلتے نہیں دیکھا۔''

''آپ غلط سمجھے... غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بند کمرے سے غائب ہو گئے ہیں۔''

''یہ... یہ کیسے ممکن ہے... کیا وہ جن بھوت تھے... جو غائب ہو گئے۔''

''ہم یہی تو آپ سے پوچھنے آئے ہیں۔''

''کیا پوچھنے آئے ہیں۔'' اس نے منہ بنایا۔

''آپ دیکھ رہے ہیں انکل اکرام۔''

''ب... بالکل دیکھ رہا ہوں... سن بھی رہا ہوں... لیکن جو تم مجھے دکھانا چاہتے ہو، وہ میں نہیں دیکھ پایا۔''

''حد ہوگئی انکل... آپ سے تو یہ امید نہیں تھی کہ آپ بھی ہمارے

انداز میں باتیں کرنے لگ جائیں گے۔''

''اور کیا امید تھی تمہیں۔''

''دیکھا انکل خان رحمان... پروفیسر انکل... دیکھا آپ دونوں نے۔''

''ہاں کیوں نہیں... ہم آنکھیں گھر میں تو رکھ کر آئے نہیں۔'' خان رحمان نے بڑا سا منہ بنایا۔

''بات دور نکلتی جا رہی ہے... میں یہ کہنا چاہتا ہوں انکل کہ یہ جو صاحب ہیں نا... کاؤنٹر کلرک... یہ چھپے رستم ہیں اور یہ جو عمارت ہے نا... یہ بھی چھپی رستم ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہو... چھپی رستم عمارت۔'' مارے حیرت کے اکرام کے منہ سے نکلا۔

''جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے۔''

''اوہو انکل... سمجھا کریں... ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔'' انہوں نے فوراً سر ہلایا۔

''بس تو پھر لے چلیں اسے اور کمرۂ امتحان میں الٹا لٹکا دیں۔''

''اس طرح وقت ضائع ہوگا اور وہ لوگ کہیں کے کہیں نکل جائیں گے... لہٰذا اسے یہیں الٹا لٹکا دیتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک۔''

اب وہ اسے پکڑ کر انہی دونوں کمروں میں لے آئے:

''یا تو فوراً بتا دو... کہ اس کمرے میں خفیہ راستہ کیسے کھلتا ہے... ورنہ ہم تمہارے ایک کان کی لو کاٹ دیں گے...''

''ہاں! پھر لوگ تمہیں کن کٹا کہا کریں گے... اس سے خود کو بچا لو۔'' فاروق نے مشورہ دیا۔

''نن نہیں... نہیں۔'' وہ چیخا۔

''کیا نہیں۔''

''اس کمرے میں کوئی خفیہ راستہ نہیں ہے۔''

''پاگل نہ بنو... کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا... اسی حالت میں وہ پانچوں غائب ہو گئے... اگر یہاں خفیہ راستہ نہیں ہے تو پھر تم بتاؤ... وہ کیسے غائب ہو گئے۔''

''م... میں کیا جانوں... میں اس عمارت کا ملازم ہوں... مالک نہیں۔''

''ہاں! یہ بات البتہ تم نے کام کی کہی... اچھا یہ عمارت ہے کس

کی؟'' فرزانہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

جواب میں کلرک کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی... انہیں اس کی یہ مسکراہٹ بہت عجیب لگی:

''ہم نے سوال پوچھا ہے... مسکرانے کے لیے نہیں کہا۔'' خان رحمان جھلا اٹھے۔

''اس سوال کا جواب مسکرائے بغیر نہیں دیا جا سکتا۔'' کلرک اور زور سے مسکرایا۔

''حد ہو گئی... ارے میاں کیا مسکرائے جا رہے ہو... مسکرانے کا دورہ تو نہیں پڑ گیا۔''

''نہیں... میں بہت سنجیدہ ہوں۔'' وہ مسکرایا۔

''ہاں! وہ تو نظر ہی آ رہے ہو... تم جیسے دو چار اور سنجیدہ پیدا ہو گئے نا تو یہ دنیا ہنسنا بھول جائے گی۔'' فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا اور وہ مسکرانے پر مجبور ہو گئے۔

''تم نے بتایا نہیں... یہ عمارت ہے کس کی۔''

''کیا میری مسکراہٹ نے ابھی تک آپ کو نہیں بتایا کہ عمارت کس کی ہے۔''

''حد ہو گئی... ارے میاں! تم تو ہمارے بھی کان کاٹ ڈالو گے...

کہنا کیا چاہتے ہو۔'' مارے حیرت کے خان رحمان بولے۔

''یہ کہ یہ عمارت انہی پانچوں کی ہے... جو غائب ہوئے ہیں اور میں تو بس ایک ملازم ہوں۔''

''کیا!!!''

ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

رومال

وہ سب چند لمحوں تک کاؤنٹر کلرک کو گھورتے رہے ... اور وہ پریشانی کے انداز میں ادھر ادھر دیکھتا رہا... آخر محمود نے کہا:

''اور آپ یہاں کب سے ملازم ہیں۔''

''تین سال پہلے ملازم ہوا تھا... مجھے اس عمارت کے خفیہ راستوں یا دروازوں کا کوئی پتا نہیں... آج آپ سے ہی یہ بات سنی ہے۔''

''ہوں... تم فکر نہ کرو... ہم خفیہ راستہ تلاش کر لیا کرتے ہیں... اگر تمہارا ان لوگوں سے واقعی کوئی تعلق نہ ہوا تو ہم تمہیں نئی ملازمت دلوا دیں گے... کیونکہ تمہاری یہ نوکری تو اب جاری رہے گی نہیں... ان لوگوں کو تو اب سلاخوں کے پیچھے جانا ہوگا۔''

''اوہ!'' اس کے منہ سے نکلا۔

''اب اگر آپ ہماری کوئی مدد کر سکتے ہیں... کوئی معلومات دے سکتے ہیں تو دے دیں... ورنہ اپنا کام تو ہم چلا ہی لیں گے۔''

''آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں... مجھے معلوم ہوا تو میں ضرور بتاؤں گا۔''

''یہ لوگ کرتے کیا ہیں۔''

''مجھے بالکل معلوم نہیں... میں تو بس یہ جانتا ہوں... یہ عمارت ان کی ہے اور اس پورشن کے علاوہ باقی حصے کرائے پر دیے جاتے ہیں... میرا کام کرائے داروں کے حسابات تک ہے۔''

''ہوں... اچھا... آپ کاؤنٹر پر بیٹھیں... ہم خود دروازہ تلاش کریں گے۔''

اس نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا... اب انہوں نے خفیہ راستے کی تلاش شروع کر دی... ہر کوئی اپنی کوشش کر رہا تھا... یعنی سب کی کوشش تھی... راستہ وہ دریافت کرے... اس وقت سب سے زیادہ پرجوش پروفیسر داؤد نظر آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں چند آلات بھی تھے... غالباً وہ ان آلات کے ذریعے راستہ تلاش کرنے کے چکر میں تھے... پھر پہلے انہی کے منہ سے نکلا:

''وہ مارا۔''

''اللہ کا شکر ہے... یہ الفاظ سننے میں آئے۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ دیکھو... مل گیا راستہ۔"

انہوں نے دیکھا، وہ آتش دان کے پاس کھڑے تھے... آتش دان پر رکھا بڑا فریم اب اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا... اور وہاں دیوار میں ایک بٹن نظر آرہا تھا... یہ بٹن دیوار کے رنگ ہی کا تھا، اس لیے آسانی سے نظر نہیں آسکتا تھا... اس بٹن کو دبانے سے دروازہ کھلا تھا... اور اب انہیں سیڑھیاں نظر آرہی تھیں:

"حفاظتی اقدام کے بغیر نیچے اترنا خطرناک ہوگا..."

"لو میں نیچے کوئی چیز لڑھکا دیتا ہوں... خود ہی ہاتھ اٹھائے ہوئے اوپر آجائیں گے۔" پروفیسر ہنسے۔

"بالکل ٹھیک... آپ ضرور ایسا کریں۔"

انہوں نے ایک گیند سیڑھیوں پر لڑھکا دی... وہ ایک ایک سیڑھی کرکے نیچے جانے لگی... آخر ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئی:

"کیا خیال ہے... چلا دوں اسے۔"

"آپ کا مطلب ہے گیند کو۔"

"ہاں! وہ ہلکے سے دھماکے سے پھٹے گی... ہلکا سا دھواں نکلے گا... اگر وہ اوپر نہ آئے تو وہیں بے ہوش ہوجائیں گے... اور بس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا... ہم انہیں گرفتار کرلیں گے۔"

"بھئی واہ! اسے کہتے ہیں ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا... اسے کہتے ہیں ہینگ لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا آئے۔"

"اور ہاں! واقعی میں بھول میں کہہ گیا... ویسے اس لفظ چوکھے کی جگہ کوئی اور لفظ نہیں فٹ کیا جاسکتا..."

"ہاں کیوں نہیں... یہ بھی کہا جاسکتا ہے... ہینگ لگے نہ پھٹکری، رنگ اچھا آئے، لیکن پھر محاورات کی دنیا ہم پر ہنسے گی۔"

"توبہ ہے تم سے... پہلے دشمنوں کی تو خبر لے لو۔" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

اور پھر پروفیسر داؤد نے ریموٹ کے ذریعے گیند کو پھاڑ دیا... ہلکا سا دھماکا ہوا... اور نیچے دھواں پھیل گیا، پھر دھواں اوپر آتا نظر آیا... پروفیسر داؤد نے گھڑی پر نظر ڈالی... پھر وہ پندرہ منٹ بعد نیچے اترے... دھواں چھٹ چکا تھا... تہ خانے میں ہر چیز صاف نظر آرہی تھی... لیکن وہاں وہ پانچوں نہیں تھے... گویا نیچے کوئی باہر نکلنے کا راستہ تھا، وہ اس سے نکل کر کبھی کے جا بھی چکے تھے... جلد ہی انہوں نے وہ راستہ تلاش کرلیا... وہ اس کے ذریعے باہر نکلے تو اس طرف دور دور

تک جھاڑیاں تھیں... اور یہاں ان کی فورس کے لوگ موجود نہیں تھے... غالباً ان کا خیال تھا کہ اس طرف سے کوئی کیسے فرار ہوسکتا ہے... انہیں وہ راستہ بھی مل گیا... وہ کافی دور جا کر سڑک پر نکلتا تھا اور اس کا مطلب تھا... انہیں وہاں سے گئے بہت دیر ہو چکی تھی اور وہ تو بس سر کو پیٹ رہے تھے:

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''اس میں بے چاری ران کا کیا قصور۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''ہم اچھے بھلے مجرموں تک پہنچ گئے تھے... خیال بعد میں آیا۔'' محمود بڑبڑایا۔

''کوئی بات نہیں... وہ بچ کر جائیں گے کہاں... ہم بھی ان کا تعاقب جاری رکھیں گے۔''

اور پھر وہ جھاڑیوں والے راستے پر چلتے گئے... سورج غروب ہونے والا تھا... انہیں اندھیرا ہونے سے پہلے سڑک پر پہنچنا تھا... ان کے قدم تیز تیز اٹھنے لگے... ایسے میں فرزانہ کے منہ سے نکلا:

''جھاڑیوں میں پھنسا ہوا ایک رومال نظر آرہا ہے... ہوسکتا ہے... رومال ان میں سے کسی کا ہو۔''

''آج کل رومال کون جیب میں رکھتا ہے... رومال کی جگہ تو اب

ٹشو پیپر نے لے لی ہے۔'' پروفیسر بولے۔

''کچھ لوگ اب بھی رومال جیب میں رکھتے ہیں... اور میرا خیال ہے... میں نے ان میں سے ایک کو رومال سے پیشانی کا پسینہ خشک کرتے دیکھا ہے۔''

''اوہو... تب تو ہمارے کام آسکتا ہے۔'' فاروق نے کہا اور آگے بڑھ کر رومال جھاڑی سے چھڑا لیا... اس کے ناک میں ہلکی سی خوشبو آئی... اس نے رومال کو ناک سے لگایا۔ وہ خوشبو اسی رومال سے آئی تھی:

''ہم نے اس خوشبو کو پہلے بھی کہیں محسوس کیا ہے...'' اس نے پرجوش انداز میں کہا۔

''اوہ ہاں... واقعی...'' فرزانہ رومال سونگھتے ہی بول پڑی۔

''گویا تم نے بھی یہ خوشبو کہیں محسوس کی ہے۔''

''ہاں بالکل۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''لیکن کہاں... سوال تو یہ ہے۔''

''کہاں...'' فرزانہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

''ہم اس خوشبو کو سونگھ چکے ہیں... اس میں شک نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کہاں...''

''یاد نہیں آ رہا... پتا نہیں کیوں یاد نہیں آ رہا... لیکن میرا خیال ہے... ابا جان فوراً بتا دیں گے... اور اس سوال کا جواب بہت ضروری ہے... میرا خیال ہے ہمیں فوراً ہسپتال چلنا چاہیے... ہوسکتا ہے... اب تک ابا جان کی حالت بہتر ہو چکی ہو اور وہ ہمیں بتا سکیں کہ اس خوشبو کو کہاں سونگھا ہے... یا کس کے کپڑوں سے آ رہی تھی یہ خوشبو۔''

''ہوں... بالکل ٹھیک... چلو۔''

اور پھر وہ خان رحمان کی گاڑی میں ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے... انسپکٹر جمشید کے کمرے میں داخل ہوئے تو وہ سو رہے تھے... کمرے میں خفیہ فورس کے چند کارکن موجود تھے... اور دو ڈاکٹر بھی تھے:

''کیا حال ہے ان کا۔''

''پہلے سے بہت بہتر۔''

''ہم ان سے ایک بات پوچھنا چاہتے تھے۔''

''نہیں ہرگز نہیں... پہلی بات تو یہ کہ یہ اس وقت سو رہے ہیں... دوسری بات یہ کہ سوال کا جواب دینے کی وجہ سے ان کے دماغ پر دباؤ پڑے گا... اور اس وقت یہ دباؤ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے... لہٰذا کل صبح سے پہلے نہیں۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور لگے مڑنے... ایسے میں ایک کارکن بول پڑا:

''انہوں نے آنکھیں کھولی ہیں... شاید انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے... اور اب یہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔''

وہ تیزی سے ان کی طرف پلٹے... انہوں نے دیکھا... وہ مسکرا رہے تھے... آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے انہیں نزدیک ہونے کے لیے کہا... جب وہ ان کے بالکل قریب ہو گئے تو انہوں نے آنکھوں کے اشاروں سے کہا:

''جو پوچھنا چاہتے ہو... وہ لکھ کر مجھے دکھا دو۔''

''جی اچھا۔''

محمود نے ایک کاغذ پر الفاظ لکھے:

''ابا جان! ہمیں مجرموں کا ایک رومال ملا ہے... اس پر جو خوشبو لگی ہوئی ہے... وہ ہم کہیں سونگھ چکے ہیں... لیکن یاد نہیں آ رہا... مہربانی فرما کر آپ رومال کو سونگھ لیں اور بتا دیں کہ یہ خوشبو کس نے اپنے لباس میں لگا رکھی تھی۔''

''ٹھیک ہے... رومال میری ناک سے لگا دو۔''

محمود نے رومال ان کے ناک سے لگا دیا... ان کی آنکھوں میں
فوراً ہی حیرت دوڑ گئی۔ انہوں نے اشاروں میں کہا:

''میرے ہونٹوں کی حرکات کو نوٹ کرو۔''

اب انہوں نے ہونٹوں سے کسی کا نام لیا... وہ بغور دیکھ رہے
تھے... انہوں نے کاغذ پر لکھا:

''ابا جان! تین چار مرتبہ اور ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھائیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' انہوں نے کہا اور لگے ہونٹوں کو حرکت دینے۔

وہ ان کے ہونٹوں کی حرکت کو غور سے دیکھنے لگے... لیکن پھر یکایک
ان پر غنودگی طاری ہوگئی اور ان کی آنکھیں بند ہوگئیں۔

''آپ لوگ انہیں آرام کرنے دیں تو بہتر ہوگا۔'' وہاں موجود نرس
بول اٹھی۔

''او کے جیسا آپ مناسب سمجھیں۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... یہ کیا ہو رہا ہے... کیوں ہو رہا ہے... یہ
سب کیا ہے۔'' خان رحمان کہتے چلے گئے۔

''پتا چل جائے گا... ہمارا پہلا مسئلہ ان پانچوں کو تلاش کرنے کا
ہے... لیکن مسلسل کام کر کے ہم بھی تھکن محسوس کر رہے ہیں... کیوں
نہ آرام کر لیا جائے... صبح کے اخبارات دیکھ کر دوبارہ کام شروع کریں

گے... سب سے زیادہ تھکن پروفیسر انکل کے چہرے پر نظر آ رہی ہے۔''

''ٹھیک ہے... سب ایک ساتھ بولے۔

دوسرے دن تمام اخبارات ان کے گھر میں موجود تھے... وہ سب
ایک ساتھ ان پر جھک پڑے... سبھی اخبارات نے مونا ساگر کے عین
وقت پر مارے جانے اور انسپکٹر جمشید کی زندگی کی سب سے بڑی ناکامی
کی خبریں لگائی تھیں... اخبارات صرف اسی خبر سے بھرے ہوئے تھے...
سب سے زیادہ نفرت انگیز انداز اخبار نیا سورج نے اختیار کیا تھا...
یوں لگتا تھا جیسے اس اخبار کی انتظامیہ کو انسپکٹر جمشید سے خاص دشمنی
تھی... اخبار کے مالک فرخ راؤ نے بہت زہریلے الفاظ استعمال کیے
تھے... اس اخبار کی سرخیاں پڑھ کر وہ سلگ اٹھے... پھر تفصیلات میں
جو کچھ لکھا گیا تھا... اس سب کو پڑھ کر تو ان کا رواں رواں جلنے لگا:

''سوال یہ ہے کہ اس اخبار کو ہم سے اتنی کیا دشمنی۔''

''یہ تو اب ہمیں اس سے پوچھنا ہی ہے... لگتا ہے... مجرم کے
پلان میں یہ اس کا سب سے بڑا مددگار ہے...''

''تب پھر ہو سکتا ہے... مجرم اسی کے پاس چھپا ہوا ہو۔'' فاروق
کے منہ سے نکل گیا۔

''کیا!!!'' وہ چلا اٹھے... پھر اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

پانچ شکار

ان سب نے تیز نظروں سے فاروق کو گھورا، پھر محمود نے کہا:
''دماغ تو نہیں چل گیا۔''
''اس میں دماغ چلنے والی کون سی بات ہے۔'' فاروق نے جواب میں اسے گھورا۔
''فاروق ٹھیک کہتا ہے۔'' خان رحمان نے گویا فیصلہ سنایا۔
''جی... کیا ٹھیک کہتا ہے۔'' فرزانہ نے پوچھا۔
''یہ کہ اس میں دماغ چلنے والی کوئی بات نہیں ہے۔''
''توبہ ہے انکل... آپ بھی اب ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگے ہیں۔'' محمود ہنسا۔
''کیا کیا جائے مجبوری ہے... کہنے کا مطلب یہ کہ فرخ راؤ کو چیک کرنے میں کیا حرج ہے۔'' پروفیسر داؤد نے بھی فاروق کا ساتھ دیا۔

''اوکے! ہم اسے چیک کریں گے... لیکن ذرا خفیہ انداز میں... اور چیک بھی اس کے گھر کو کریں گے... ظاہر ہے... اگر وہ پانچوں اس کے پاس ہیں تو اس نے انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا ہوگا... نہ کہ اخبار کے دفتر میں۔''
''بالکل ٹھیک ہے... میں انکل اکرام کو فون کرتا ہوں... اس کا گھر کہاں ہے۔''
اب اس نے اکرام کے نمبر ڈائل کیے... سلسلہ ملنے پر اس نے پوچھا:
''انکل! آپ کو فرخ راؤ کے گھر کا پتا معلوم ہے۔''
''وہ... نیا سورج کے مالک کا؟'' اس نے پوچھا۔
''ہاں انکل۔''
''خیریت... اس کے پتے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔''
''ہمارا اندازہ ہے کہ اس نے ہمارے مجرموں کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے... یا وہ ان کا باقاعدہ ساتھی ہے۔''
''بہت خطرناک آدمی ہے... ہوشیار رہ کر چیک کرنا اسے... ضرورت پڑے تو مجھے ضرور ساتھ لے لینا... یوں بھی سر تم لوگوں کے ساتھ نہیں ہیں۔''

''یہ تو ہے انکل... خیر... آپ پتا بتا دیں۔''

''گرین ٹاؤن... 309۔''

''شکریہ انکل... دعا کریں... ہمارے مجرم وہاں مل جائیں... ہمیں ان کی بہت ضرورت ہے... پورے شہر کے اخبارات نے ہمارا مذاق اڑایا ہے اور ان میں سب سے آگے فرخ راؤ کا نیا سورج ہے۔''

''اللہ مالک ہے... ایسی باتوں سے کیا گھبرانا۔''

''یہ تو آپ نے ٹھیک کہا انکل۔ اچھا شکریہ۔''

موبائل آف کر کے محمود ان کی طرف مڑا:

''پہلے ہم میک اپ کیوں نہ کر لیں۔''

''اس کام میں وقت بہت لگ جائے گا... اس دوران ہمارے مجرم وہاں سے کہیں اور نہ چلے جائیں۔''

''ہم تو اس طرح کہہ رہے ہیں... جیسے وہ واقعی وہاں موجود ہوں... بھئی یہ ابھی صرف ایک خیال ہے۔'' پروفیسر مسکرائے۔

''میک اپ کرنے میں وقت لگ جائے گا... لیکن اس کا حل ہمارے پاس یہ ہے کہ ہم انکل اکرام کے چند ماتحت اسی وقت مقرر کرا دیتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک۔''

اب پھر انہوں نے اکرام کو فون کیا... اور اس بارے میں بات کی۔ وہ سنتے ہی بولا:

''یہ بہت مناسب رہے گا... میں محمد حسین آزاد کو بھیج رہا ہوں۔''

''شکریہ انکل۔''

اب انہوں نے میک اپ کی تیاری شروع کر دی۔ آخر دو گھنٹے بعد وہ فرخ راؤ کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے... یہ ایک بڑی اور شاندار کوٹھی تھی... محمد حسین آزاد انہیں دیکھتے ہی ان کی طرف آیا... اس کے ماتحت اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے تھے:

''ہاں! کیا رپورٹ ہے۔''

''کوئی آیا نہ گیا۔''

''اور فرخ راؤ۔''

''معلوم نہیں... وہ اندر ہے یا نہیں... ویسے اخبار کے دفتر میں وہ رات کو جاتا ہے... یہ وقت اس کے گھر میں ہونے کا ہے۔''

''اچھی بات ہے... انکل خان رحمان... پہلے صرف آپ جائیں... ایک ملاقاتی بن کر... اس سے کچھ کاروباری معاملات پر بات کر لیجیے گا... اس دوران آپ اندر کا کچھ جائزہ لینے میں کامیاب ہو جائیں گے... آپ کے واپس آنے پر ہم کوئی پروگرام ترتیب دیں گے۔'' محمود

نے کہا۔

''اور میں کہتی ہوں... اس طرح ہم اسے شک میں مبتلا کر دیں گے... کیوں نہ ہم رات کے وقت اندر داخل ہو جائیں۔''

''یہ اور زیادہ غیر قانونی ہوگا۔''

''تب پھر سیدھا راستہ اختیار کرتے ہیں۔'' فرزانہ نے کہا۔

''سیدھا راستہ... اور وہ کیا؟''

''تلاشی کے وارنٹ حاصل کرتے ہیں... اور کوٹھی کی تلاشی لے لیتے ہیں۔''

''اس طرح مزا نہیں آئے گا... پھر یہ شخص اخباری دنیا کا آدمی ہے... باقی اخبارات بھی شور مچائیں گے۔''

''تب پھر ترکیب نمبر 13۔'' فرزانہ نے کہا۔

''بالکل ٹھیک۔''

''ایک تو تم ہر جگہ اپنی ترکیب نمبر 13 لے آتے ہو۔'' پروفیسر داؤد ہنسے۔

''ابا جان ساتھ نہیں ہیں نا انکل... اس لیے اب جو ہم سے بن پڑے گی، کریں گے۔''

''چلو ٹھیک ہے...''

اور پھر رات کے ایک بجے وہ فرخ راؤ کی کوٹھی کے پچھلی طرف پہنچ گئے... دور رہ کر اس بات کا جائزہ وہ پہلے ہی لے چکے تھے کہ اوپر چڑھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

''چلو فاروق... دکھا دو بندر جیسی پھرتی۔'' محمود نے دبی آواز میں کہا۔

''کبھی یہ کام تم بھی کر لیا کرو۔'' وہ جل گیا۔

''تم نے سنا نہیں... جس کا کام اسی کو ساجھے اور کرے تو ٹھینگا باجے۔''

''ہاں سنا ہے... اسی لیے تو جا رہا ہوں... میرے لیے دعا کرنا... کہیں اندر پھنس نہ جاؤں۔'' اس نے کہا اور پائپ کی طرف بڑھ گیا۔

''یا اللہ! ہمارے پیارے بھائی کو خیریت سے کوٹھی کے اندر پہنچا دیجیے... آمین۔''

ادھر فاروق تیزی سے پائپ پر چڑھ رہا تھا... ان کے سر اس کے ساتھ ساتھ اوپر اٹھ رہے تھے... یہاں تک کہ وہ چھت پر پہنچ گیا... اس نے الوداعی انداز میں ان کی طرف ہاتھ ہلایا اور زینے کی طرف بڑھ گیا... لیکن زینے کا دروازہ دوسری طرف سے بند تھا... گویا اب اسے رسی کے ذریعے نیچے اترنا تھا۔ اس نے جیب سے ریشم کی ڈوری کا

گولا نکالا اور اسے جنگلے سے باندھنے لگا۔ پھر وہ اس کے ذریعے صحن میں اتر گیا... کوٹھی میں مکمل سناٹا تھا... وہ کوٹھی کے پچھلے دروازے کی طرف آگیا... وہاں بھی ایک تالا اس کا منہ چڑا رہا تھا... اس نے کندھے اچکائے اور جیب سے چابیوں کا گچھا نکال لیا... یہ خاص قسم کی چابیاں تھیں... اور ان سے وہ اچھے اچھے تالے کھول لیا کرتے تھے... اس نے تین منٹ کی محنت کے بعد آخر تالا کھول لیا... اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا... باقی لوگ پہلے ہی تیار تھے... اس کا اشارہ پا کر اندر داخل ہو گئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا:

''اللہ کا شکر ہے... یہ مرحلہ تو طے ہوا۔'' محمود نے دبی آواز میں کہا۔

اب وہ دبے پاؤں ایک ایک کمرے کے پاس سے گزرنے لگے... وہ کان لگا کر سننے کی کوشش بھی کرتے جا رہے تھے... تالے کے سوراخ میں سے اندر جھانکنے کی کوشش بھی کر رہے تھے... لیکن کوٹھی میں کہیں کسی کے جاگنے کے آثار نظر نہ آئے... گویا جو لوگ بھی اندر موجود تھے... وہ گہری نیند سو رہے تھے... کوٹھی کے برآمدے میں زیرو کا بلب روشن تھا:

''یوں کام نہیں چلے گا۔'' فاروق نے سرگوشی کی۔

''تو پھر جیسے چلے گا، چلا لیتے ہیں۔'' خان رحمان بولے۔

''ہمیں کمروں کے دروازے کھول کھول کر دیکھنا ہوں گے... اندر کون کون لوگ موجود ہیں۔''

''لیکن دروازوں کے تالے اندر سے لگے ہوئے ہیں۔'' پروفیسر بولے۔

''کوئی پروا نہیں... ہمارا چابیوں کا گچھا کس دن کام آئے گا۔''

اب انہوں نے تالوں میں چابیاں گھمانا شروع کیں... آخر کمرے باری باری کھلنے لگے... کوٹھی میں سات کمرے تھے... سات میں سے پانچ کمرے خالی نظر آئے... صرف دو میں کچھ لوگ گہری نیند سوتے نظر آئے، ایک کمرے میں تین اور دوسرے میں دو... اس میں ایک بستر خالی تھا... اور وہ ضرور فرخ راؤ کا ہوگا... کیونکہ وہ اس وقت اخبار کے دفتر میں تھا... باقی پانچ وہی تھے... جو اس عمارت سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے تھے... انہیں دیکھ کر ان کے چہروں پر رونق آگئی، انہوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر پروفیسر داؤد نے سرگوشی کی:

''خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں... انہیں سوتے میں ہی گرفتار کر لیتے ہیں، ورنہ ان میں سے پھر کوئی نکل گیا تو ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں

گے... میں ان سب کو بے ہوش کیے دیتا ہوں... خفیہ فورس کے کارکن انہیں ٹھکانہ نمبر 1 میں پہنچا دیں گے... پھر وہاں ہم ان سے ملاقات کریں گے۔ اور یہ ملاقات ضرور دلچسپ ملاقات ہوگی... بلکہ ہم وہاں آئی جی صاحب اور ہوسکا تو صدر صاحب کو بھی بلا لیں گے... یہ حضرات اجازت دیں گے تو اخبارات کے ایڈیٹر حضرات کو بھی بلا لیں گے... تاکہ اب وہ ہماری طرف کی بھی خبریں لگائیں... انہوں نے مونا ساگر صاحب کی موت کی خبریں کتنے زور شور سے لگائیں... کیا خیال ہے۔'' پروفیسر کہتے چلے گئے۔

انہوں نے سر ہلا دیے... ان حالات میں اس سے بہتر تجویز کوئی ہو بھی نہیں سکتی تھی... پھر پروفیسر صاحب دبے پاؤں اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے پستول ہاتھ میں لے لیے... پروفیسر صاحب نے اندر جاتے ہی اپنا کام دکھایا اور وہ پانچوں مکمل طور پر بے ہوش ہو گئے... انہوں نے چیک بھی کر لیا... آنکھوں پر سے پپوٹے اٹھا کر ٹارچ کی روشنی مارتے چلے گئے... کسی کی پتلی نے حرکت نہ کی... اس کا مطلب تھا... وہ واقعی بے ہوش ہو چکے ہیں۔

اس طرح وہ خفیہ ٹھکانے نمبر 1 ایک پر پہنچ گئے... دن نکلنے پر انہوں نے آئی جی صاحب کو فون کر دیا، پھر ان کے مشورے پر اخباری

ایڈیٹروں کو بھی بلا لیا اور صدر صاحب کو بھی فون کر دیا کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں:

''تمہارا مطلب ہے... تم نے مونا ساگر صاحب کے قاتلوں کو گرفتار کر لیا ہے۔'' مارے حیرت کے صدر صاحب چلا اٹھے۔

''جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔''

''تو پھر میں بھی آ رہا ہوں... کیونکہ اخبارات نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا ہے... بلکہ دوسرے ممالک میں بھی یہ خبریں خوب پھیلائی جا رہی ہیں... اور چونکہ یہ سارا کھیل شاٹا کے لوگوں نے کھیلا ہے... اس سے یہ تاثر مل رہا ہے کہ شاٹا بھی ہمارے ملک کا دشمن ہے... انشارجہ اس بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا ہے، ہمارے ملک کے سفارتی تعلقات شاٹا سے اب گویا ختم ہونے کے قریب ہیں... اور یہ چیز ہمارے ملک کے حق میں نہیں ہوگی... اس طرح طاقت کا توازن بگڑے گا... انشارجہ ہم سے اپنی مرضی کی باتیں منوائے گا... لیکن اگر اسے معلوم ہو کہ ہماری حکومت، شاٹا سے تعلقات بڑھا رہی ہے... تو وہ اپنی باتیں منوانے کے لیے دباؤ نہیں ڈال سکے گا... مونا ساگر کو لی ٹن کے ذریعے اسی لیے قتل کرایا گیا ہے۔'' صدر صاحب کہتے چلے گئے۔

''لیکن صدر انکل... لی شن نے شانائی ہوتے ہوئے ایسا کام کیوں کیا۔''

''دولت کا لالچ... اسے اس کام کے لیے کوئی معمولی رقم تو دی نہیں گئی ہوگی...''

''لیکن پھر مکڑیاں کہاں جائیں گی۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''کیا مطلب؟'' صدر چونکے۔

''مکڑیاں شانا کی ایجاد نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب... یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔''

''ہم لوگ غیر ملکی خبروں کو بہت غور سے پڑھتے ہیں... ہم نے شانا کے سائنس دانوں کا ایسا کوئی دعویٰ نہیں پڑھا، جب کہ اس قسم کا ایک دعویٰ کچھ مدت پہلے انشارجہ کے ایک سائنس دان کا ضرور پڑھا تھا...''

''اور... اور وہ کیا تھا؟'' مارے حیرت کے صدر بولے۔

''اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ایک مکڑی ایجاد کی ہے... وہ انتہائی زہریلی ہے، اس کے ذریعے اپنے مطلوبہ شخص کو آسانی سے ہلاک کیا جا سکے گا۔''

''لیکن یہ بات تم نے پہلے نہیں بتائی۔''

''ذہن سے محو ہو گئی تھی... ابھی یاد آئی ہے۔''

''اوہ اچھا خیر... میں بھی آ رہا ہوں۔''

پھر جلد ہی وہاں سب لوگ پہنچ گئے... ادھر وہ پانچوں ابھی تک بے ہوش تھے... جب سب آ گئے تب صدر صاحب نے پوچھا:

''اور یہ لوگ کب ہوش میں آئیں گے۔''

''ابھی چند منٹ بعد...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''تب پھر ہم خفیہ جگہوں پر بیٹھ کر ساری کارروائی دیکھیں گے... ان لوگوں کے سامنے صرف تم جاؤ گے... تم ہی بات چیت کرو گے... باقی سب لوگ خاموشی سے دیکھیں گے اور سنیں گے...''

''بالکل ٹھیک... ان لوگوں کو خاص قسم کی کرسیوں کے شکنجوں میں کس دیا گیا ہے... وہ ان شکنجوں سے نکل نہیں سکتے...''

اور پھر وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے... ان جگہوں سے وہ سب ان پانچوں اور محمود وغیرہ کو آسانی سے دیکھ سکتے تھے... آخر ان سب نے آنکھیں کھول دیں... ساتھ ہی وہ حیرت اور خوف کی زیادتی سے چلا اٹھے:

''یہ... یہ... یہ کیا!!!''

☆☆☆☆☆

نام کے لی شن

''یہ وہی... ہاں بس وہی...'' فاروق مسکرایا۔

''وہی کیا۔'' ایک ڈاکٹر نے کہا۔

''اسے جیسے کو تیسا کہتے ہیں شاید، یا پھر جیسی کرنی ویسی بھرنی... ایک محاورہ ہے... جیسا بوؤ گے، ویسا کاٹو گے۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''دماغ خراب تو نہیں ہے تمہارا... یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے... کھولو ہمیں۔'' دوسرا ڈاکٹر چلایا۔

''آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ تم لوگ اس وقت اس عمارت میں نہیں ہو، یعنی فرخ راؤ کے گھر میں نہیں ہو۔''

''تت... تت... تو پھر۔'' ایک ڈاکٹر ہکلایا۔

''یہ ہماری اپنی جگہ ہے... ذاتی قسم کی... تم لوگ اسے خاص قسم کی جیل کہہ سکتے ہو۔''

''کیا کہا... جیل۔'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''ہاں بھئی... صرف جیل... تم تو لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہو... کیا تم لوگوں نے بیچارے مونا ساگر کو ہلاک نہیں کیا، ان سے پہلے کیا تم نے امجد راؤ، سبین غوری، رشید طائی کو قتل نہیں کیا... کیوں مسٹر جاقب کیدار... تمہارا نام میں نے اس لیے لیا کہ تم میں سے بس تمہارا نام ہمیں معلوم ہے... باقیوں کے نام معلوم نہیں... البتہ ان صاحب کا نام ضرور ہم جانتے ہیں... اور وہ ہے گیری کوپر... کیوں مسٹر گیری کوپر... یہی نام ہے آپ کا۔''

''حیرت ہے... آخر ہم لوگ وہاں سے یہاں کس طرح پہنچ گئے۔''

''تم اسے اللہ کے کام کہہ لو نا... آسانی رہے گی۔'' فاروق نے انہیں مشورہ دیا۔

''تمہارے علاوہ کوئی اور بات نہیں کرسکتا... تمہاری آواز زہر لگتی ہے۔'' جاقب کیدار نے جھلا کر کہا۔

''سنا تم نے محمود... اب بولنے کا چارج تم سنبھالو۔''

''اچھی بات ہے... لو دوستو! اب تم میری آواز میں سنو... میں دعویٰ کرتا ہوں... یہ جو پانچویں صاحب ہیں... جن کا نام گیری کوپر

ہے... یہی تم لوگوں کے باس ہیں... یہ آواز بدل کر بات کرتے رہے ہیں... آواز تو یہ بدل لیتے ہیں... لیکن خوشبو نہیں بدلتے۔''

''کیا کہا... خوشبو نہیں بدلتے...'' پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

''جی ہاں پروفیسر انکل۔''

''بھئی ذرا اپنی اس بات کی وضاحت کرو۔'' خان رحمان مسکرائے۔

''آپ کہتے ہیں تو کر دیتا ہوں وضاحت... لیجیے سنیے وضاحت... جی ہاں انہوں نے چیلنج کیا تھا، یہ ابا جان سے ملاقات کریں گے اور انہوں نے ملاقات کی تھی... اس وقت ان کے کپڑوں سے بالکل وہی خوشبو آرہی تھی... جو ان کے رومال سے آرہی تھی... رومال ہم سونگھ ہی چکے ہیں... تو معلوم ہوا... یہی مسٹر باس ہیں... یعنی لی شن۔''

''ارے باپ رے... کک... کیا کہا... لی شن۔'' فاروق بوکھلا اٹھا۔

''کیا ہوا بھئی۔''

''مم میں... میں تو انہیں صرف گیری کوپر یا زیادہ سے زیادہ باس سمجھ رہا تھا... لیکن محمود کے بقول یہ تو لی شن نکل آئے... حیرت ہے، کمال ہے۔''

''ہاں! بالکل ہے۔'' محمود نے کہا۔

''کیا بالکل ہے...'' پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

''یہ کہ... حیرت ہے... کمال ہے... وغیرہ۔''

''اچھا اچھا... تم اس کی بات کر رہے تھے... ہاں! یہ تو واقعی ہے۔'' پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

''حد ہو گئی... پروفیسر صاحب آپ بھی ان کی باتوں کی رو میں بہہ گئے۔''

''اوہ... نن... نہیں تو۔'' وہ گھبرا کر بولے۔

''بات کیا ہو رہی تھی... اور کہاں پہنچ گئی... ہے کوئی تک۔''

''خیر... ہم پھر وہیں چلے جاتے ہیں... میں کہہ رہا تھا... یہ دراصل مسٹر لی شن ہیں... لیکن یہ صرف نام کے لی شن ہیں۔''

''یہ تم نے ایک اور کہی... نام کے لی شن... بھلا اس کا کیا مطلب ہوا۔''

''لی شن صرف ایک نام ہے... اس نام کو استعمال کیا گیا... تاکہ پورے ملک کے لوگوں کو معلوم ہو جائے... مونا ساگر اور ان جیسے بڑے بڑے لوگوں کو شاتنا ختم کروا رہا ہے... اس طرح ملک کے لوگ شاتنا کے خلاف ہو جاتے... ہماری حکومت بھی اس کے خلاف ہو جاتی اور

دونوں ملکوں کے درمیان جو تعلقات ہیں، وہ کھٹائی میں پڑ جاتے... یا
بالکل ختم ہوجاتے اور یہی منصوبہ تھا انشارجہ کا... لٰہذا اس نے اپنے ایک
خاص آدمی کا نام لی شن رکھ دیا... اس منصوبے کو مکمل کرنے کا کام اسے
سونپ دیا... اور وہ صاحب ہیں گیری کوپر... یہ کسی طرح بھی شائنی نہیں
ہیں... خالص انشارجہ کے ہیں... سمجھے آپ۔'' یہاں تک کہہ کر محمود
خاموش ہوگیا۔

''یار محمود سمجھ تو گئے ہیں... لیکن ذرا اور وضاحت کرو۔''

''اچھی بات ہے اور وضاحت کیے دیتا ہوں... ہماری حکومت ان
دنوں شائنا سے تعلقات بڑھا رہی تھی... لیکن یہ بات انشارجہ کو پسند
نہیں... اس نے ان تعلقات کو خراب کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا، پورا
منصوبہ ترتیب دے کر ہمارے ملک میں موجود اپنے ایک ایجنٹ کو دیا اور
اسے حکم دیا... اس پر عمل شروع کیا جائے... اس ایجنٹ کا نام گیری کوپر
ہے... لیکن اس منصوبے کی حد تک اس کا نام لی شن ہے، لی شن خالص
شائنی نام ہے... منصوبہ یہ تھا کہ لی شن کے نام سے اعلان کیا جائے کہ
فلاں تاریخ کو ملک کی فلاں اہم شخصیت کو قتل کر دیا جائے گا... اور اس
خبر کو خوب اچھالنے کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ ابا جان کو چیلنج کر دیا
گیا... تاکہ پورے ملک کی نظریں اس مسئلے کی طرف مرکوز ہو جائیں...

اور ہم نے دیکھا... پورا ملک اس طرف متوجہ ہوگیا... ٹھیک وقت پر مونا
ساگر صاحب کو ہلاک کرنے کا منصوبہ اس طرح ترتیب دیا گیا کہ مکڑیوں
کے ذریعے ہلاک کیا جانا تھا... یہ مکڑیاں خالص انشارجہ کی ایجاد ہیں...
شائنا سے تو ان کا کوئی تعلق ہی نہیں... ایک بہت پرانے رسالے میں
اس کا ذکر ہے... یہ بات نہیں کہ مکڑی کے پنجوں پر زہر لگایا جاتا ہے...
جی نہیں... یہ دھات ہی اس قدر زہریلی ہے کہ انسان کو آن کی آن
میں ختم کر دیتی ہے... ہاں اگر پورا زہر جسم میں داخل نہ ہو سکے تو موت
کچھ وقت بعد ہوتی ہے... مونا ساگر کے جسم میں زہر مقدار سے بہت کم
داخل ہوا تھا... اور وہیں وہ ختم ہوگئے اور ختم کیوں نہ ہوتے... جب
کہ وہ ہسپتال ہی انشارجہ کا ہے اور انشارجہ کے ڈاکٹر وہاں قابض ہیں...
ایم ایس بھی انشارجہ کا آدمی تھا اور یہ چاروں ڈاکٹر بھی... رہ گئے مسٹر
گیری کوپر... بھلا یہ کیوں نہ انشارجہ کے ہوں گے... بس یہ ہے کل
کہانی... اگر ان لوگوں کو اس کہانی کے درست ہونے میں کوئی کلام ہے
تو یہ اعتراض کر سکتے ہیں... ہم ان کا اعتراض دور کریں گے۔''

ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... ایسے میں پروفیسر داؤد
بولے:

''اور یہ شخص... یعنی گیری کوپر ہمارے ملک میں کہاں رہتا رہا

ہے... کیا یہ اس کی اصل شکل صورت ہے۔''

''جہاں تک ہمارا اندازہ ہے... یہ میک اپ میں ہے... اصل چہرہ دیکھنے کے لیے اس کا میک اپ اتارنا ہوگا... اور یہ کام پروفیسر انکل آپ کا ہے۔''

''اچھی بات ہے، میں دیکھتا ہوں۔''

انہوں نے اس کے چہرے کا جائزہ لیا اور بول اٹھے:

''اس میں شک نہیں... یہ شخص میک اپ میں ہے۔''

''بس تو اتار دیجیے اس کا میک اپ...''

انہوں نے اپنے بیگ میں سے کچھ چیزیں نکالیں... ان میں چند کیمیکل بھی تھے... انہوں نے ان چیزوں اور کیمیکل کے ذریعے میک اپ اتارنے کی کوشش شروع کی... چند منٹ مسلسل کوشش کرنے کے بعد ان کے چہرے پر حیرت نظر آنے لگی... آخر وہ بولے:

''نہیں بھئی۔''

''جی کیا کہا... نہیں بھئی۔''

''یہ میرے بس کا کام نہیں... میک اپ کے ماہرین کو بلانا ہوگا۔''

''اوہ... اچھا۔''

اب اس نے اکرام سے کہا... جلد ہی وہاں میک اپ کے ماہرین

کی ٹیم پہنچ گئی... انہوں نے بھی گیری کوپر کے چہرے کا جائزہ لیا... فوراً ہی ان کے چہروں پر بلا کی حیرت دوڑ گئی:

''کیا بات ہے خیر تو ہے...'' ان کی حالت بھانپ کر پروفیسر داؤد سے رہا نہ گیا۔

''یہ میک اپ کسی بہت بڑے ماہر نے کیا ہے... بڑے سے بڑا تیز نظروں والا انسان بھی یہ نہیں جان سکتا کہ یہ شخص میک اپ میں ہے... اس میک اپ کو اتارنے کے لیے ہمارے پاس کیمیکلز نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''اس کام کے لیے کسی غیر ملکی ٹیم کو بلانا ہوگا۔''

''اوہ!'' وہ دھک سے رہ گئے... ایسے میں فرزانہ نے کہا:

''مسٹر گیری کوپر... تمہارے چہرے پر میک اپ کس نے کیا تھا۔''

وہ ہنس دیا... جیسے ان کا مذاق اڑا رہا ہو، پھر بولا:

''میرے چہرے پر میک اپ نہیں ہے... ان لوگوں کا اندازہ غلط ہے۔''

اس کی آواز قدرے بھاری تھی... جب کہ پہلے انہوں نے یہ بات محسوس نہیں کی تھی... فرزانہ نے بغور اس کی طرف دیکھا، پھر بولی:

''تو پھر... تمہاری آواز کیوں بدل رہی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چلا اٹھا... اس بار اس کی آواز پتلی ہو گئی۔''

''یہ کیا... اس کی آواز تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہی ہے۔''
فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''توبہ ہے تم سے... بھائی کہیں آواز کے بھی رنگ ہوتے ہیں۔''
محمود نے منہ بنایا۔

''ہاں کیوں نہیں... ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔''

''اب تم سے کون مغز مارے۔''

''حد ہو گئی... اپنی باتوں میں لگ گئے...''

''تو پھر بلاؤ... کسی غیر ملکی ٹیم کو... ظاہر ہے، اس سلسلے میں صدر صاحب ہی کچھ کر سکتے ہیں... لیکن صدر انکل... ماہرین انشارجہ کے نہیں ہونے چاہییں۔''

''ایک منٹ۔'' پروفیسر پکار اٹھے۔

''آپ کا مطلب ہے... ہم ایک منٹ کے لیے خاموش ہو جائیں... یا کیا کریں۔''

''مم... مجھے ایک خیال آ رہا ہے... ایک بار میں نے ایک مضمون پڑھا تھا... ہائیڈروجن پر آکسائیڈ مل جائے تو شاید میں اس کا میک اپ اتار سکوں گا۔'' پروفیسر بولے۔

''نہیں!'' گیری کو پر مارے خوف کے چلا اٹھا۔

☆☆☆☆☆

اصل چہرہ

وہ حیرت زدہ رہ گئے... سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس عام سے کیمیکل کا نام سن کر گیری کوپر اس طرح چلا اٹھے گا:

''مار لیا میدان... اب کسی غیر ملکی ٹیم کی ضرورت نہیں... ہائیڈروجن پرآکسائیڈ عام چیز ہے... فوراً مل جائے گی۔''

اکرام کے ایک ماتحت کو بھیجا گیا... وہ ہائیڈروجن پرآکسائیڈ لے آیا... اب پروفیسر داؤد نے روئی اس سے تر کر کے اس کے چہرے پر پھیرنا شروع کی... انہیں یوں لگا جیسے اس کے چہرے پر کوئی باریک سی تہہ چپکی ہوئی تھی... جو اس کیمیکل کے لگنے سے اتر رہی ہے:

''کامیابی ہو رہی ہے۔'' پروفیسر چلائے۔

''اللہ کا شکر ہے۔''

پروفیسر داؤد اپنے کام میں مصروف رہے... اس کی جلد پر چپکی تہہ آہستہ آہستہ اترتی رہی... وہ بڑے بڑے منہ بناتا رہا... لیکن اب اس

کے منہ بنانے کی پروا کون کرتا... سب یہ دیکھنے کے لیے بڑی طرح بے تاب تھے کہ وہ کون ہے:

''افسوس۔'' فرزانہ نے سرد آہ بھری۔

''کس بات کا۔'' فاروق نے پوچھا۔

''ابا جان! یہاں نہیں ہیں... وہ بھی ہوتے تو اور زیادہ مزہ آتا۔''

''خیر کوئی بات نہیں... یہاں سے فارغ ہو کر ہم وہیں جائیں گے۔''

''ان شاء اللہ!'' باقی سب نے ایک ساتھ کہا۔

اور پروفیسر صاحب مسلسل اپنے کام میں مصروف تھے... آخر انہوں نے کیمیکل پورے چہرے پر مکمل کر لیا... اب انہوں نے دیکھا... وہ چہرہ ان کے لیے بالکل انجان تھا... انہوں نے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا تھا:

''یہ کیا... ہم تو اس شخص کو نہیں جانتے۔''

''ہاہاہا... ہاہاہا۔'' وہ بے تحاشہ ہنسنے لگا... ہنستے ہنستے اس کی آواز بدل گئی... وہ باریک ہوتی چلی گئی۔

''ارے! اس کی آواز کو کیا ہوا... یہ تو... یہ تو... نن... نہیں۔'' فرزانہ بڑی طرح اچھلی... اس کے چہرے پر زمانے بھر کی حیرت نظر

آرہی تھی... پھر وہ بڑ بڑائی:

''یہ... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔''

''کک... کیا کیسے ہوسکتا ہے۔'' پروفیسر بولے۔

''انکل... میرا خیال ہے... اس کیمیکل کے بعد کوئی اور کیمیکل لگانا پڑے گا... اس صورت میں اس کا اصل چہرہ نظر آئے گا۔''

''مجھے یاد کرنا ہوگا... شاید اس کیمیکل کے بعد کوئی اور چیز لگائی جائے گی۔'' انہوں نے کہا اور سوچ میں گم ہو گئے... آخر بولے:

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے... اب سپرٹ لگائی جائے گی۔''

''کیا!!!'' گیری کوپر پھر چلا اٹھا... اس پر وہ سب خوش ہو گئے... کیونکہ اس کے چلانے کا مطلب تھا... یہی بات ہے۔

اب انہوں نے اس کے چہرے پر سپرٹ لگانا شروع کی... اس کے منہ سے ہلکی ہلکی چیخیں نکلتی رہیں... شاید ہائیڈروجن پر آکسائیڈ نے جلد پر خراش پیدا کی تھی... اور اب سپرٹ اس پر لگ رہی تھی... اس سے اسے شدید تکلیف ہو رہی تھی... لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا... وہ تو بندھا ہوا تھا... سپرٹ لگنے سے ایک اور تہہ بہت تیزی سے اتر رہی تھی... اور اب اس کے چہرے کا رنگ اور ہی ہوتا جا رہا تھا۔ ان کی حیرت تھی کہ بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی... پھر جونہی پروفیسر داؤد اپنا کام کر کے

پیچھے ہٹے اور ان سب کو اس کا پورا چہرہ نظر آیا... وہ سب کے سب پوری قوت سے چلا اٹھے:

''ارے! یہ کیا!''

O

کمرے میں موت کا سناٹا طاری تھا... وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا... ان کے منہ ابھی تک کھلے ہوئے تھے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں... شاید اس قدر ناقابل یقین لمحات ان کی زندگی میں کم آئے تھے... یا آئے ہی نہیں تھے۔ ان کے سامنے مونا ساگر کا چہرہ تھا:

''یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔'' آخر فرزانہ کی کھوئی کھوئی آواز سنائی دی۔

''خواب... ہاں واقعی... یہ خواب ہی تو ہے... ورنہ مردے بھی کہیں زندہ ہوا کرتے ہیں۔''

''اوہو... مردے تو زندہ نہیں ہوتے... زندہ لوگ بھی تو مردہ نہیں کہلاتے۔'' محمود نے بھنا کر کہا۔

''تت... تمہارا مطلب ہے... یہ خواب نہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''نہیں... یہ خواب نہیں... حقیقت ہے... ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں، وہ سچ ہے...''

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔''

''وہاں یہ چاروں ڈاکٹر موجود تھے... یہ پہلے ہی اس کے ساتھی ہیں... ان حالات میں جو کچھ بھی ہوا، منصوبے کے تحت ہوا... کوٹھی سے ہسپتال اسی لیے تو لایا گیا تھا، یہ سارا کام وہاں ہوا ہے۔''

''تب پھر مرا کون تھا۔''

''اپنے کسی کارکن کو موت کے گھاٹ اتارا ہوگا ان لوگوں نے... وہ بھی ایسے کارکن کو جس کا آگے پیچھے کوئی نہیں ہوگا۔''

''اوہ... کیوں مسٹر... مونا ساگر... کیا یہی بات ہے۔'' خان رحمان اس کی طرف مڑے۔

''ہاں! یہی بات ہے... انسپکٹر جمشید کو چیلنج کرنے کا مطلب یہ تھا کہ پورا ملک اس طرف متوجہ ہو جائے اور پورا ملک یہ جان لے کہ شاتنا کی حکومت ہماری دشمن ہے، میرا کام اس ملک میں پورا ہو چکا تھا... مجھے انشارجہ واپس جانا تھا... اس لیے میری موت کا ڈھونگ رچایا گیا... میری جگہ موت اسے آئی... جس کے چہرے پر پہلے سے میرا میک اپ کر دیا گیا تھا... اب میں اس کے کاغذات پر انشارجہ چلا

جاتا... لیکن افسوس! تم لوگوں نے میرا کام خراب کر دیا۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

''ہم اپنے... بلکہ اپنے نہیں ملک کے دشمنوں کے کام یونہی خراب کر دیا کرتے ہیں...'' فاروق نے ہنس کر کہا۔

''مطلب یہ کہ اس ایک منصوبے سے تین فائدے اٹھانا چاہتے تھے... ایک تو یہ کہ شاتنا کی حکومت سے ہمارے تعلقات خراب ہو جائیں... دوسرے یہ کہ انسپکٹر جمشید کا وقار خاک میں مل جائے اور تیسرے یہ کہ مونا ساگر صاحب چپ چاپ اپنے آقاؤں کے پاس پہنچ جائیں اور ہم لوگ یہ خیال کرتے رہیں کہ اسے شاتنا کے ایجنٹوں نے ہلاک کر دیا ہے... اُف توبہ... کس قدر زبردست منصوبہ بندی کرتے ہیں یہ لوگ... کاش ہم ان کی سازشوں کو جان لیتے کہ انشارجہ ہمارے ملک کی مغربی سرحدوں پر کیا کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔ ایک طرف تو وہ شاتنا کو ہمارے شمال مغربی اور جنوب مغربی صوبوں کے ذریعے جوادر کی بندرگاہ تک تجارتی سامان پہنچانے سے روکنا چاہتا ہے اس لئے کہ یہاں سے یہ مال افریقہ نہ بھیجا جاسکے جہاں آج کل تجارتی منڈیوں پر قبضے کیلئے شاتنا اور انشارجہ کی تجارتی کمپنیوں میں مقابلہ جاری ہے... اور اسی لئے وہ ان دونوں صوبوں میں حالات خراب کر رہا ہے کہ جب تک

حالات خراب رہیں گے اور بم دھماکے ہونگے جان و مال محفوظ نہیں ہوگا تو شانگا کا تجارتی سامان لے کر آنے والے ٹرک بھی نہیں چل پائیں گے اور اس طرح یہ سامان جوادر اور پھر وہاں سے افریقہ نہیں پہنچ پائے گا۔ اس سلسلے میں اس نے مختلف ناموں والی جعلی اسلامی اور آزادی کی تحریکیں کھڑی کر رکھی ہیں۔ انشارجہ کو دشمن کہنے والی یہ تحریکیں دراصل انشارجہ کی ہی ایجنٹ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بظاہر خود کو انشارجہ کی دشمن کہنے والی یہ تنظیمیں صرف شانگا کے انجینئروں اور یہاں کام کرنے والی شانگا کی کمپنیوں کے ملازمین اور گاڑیوں کو ہی نشانہ بناتی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ ان جعلی اسلامی تحریکوں کے سربراہان کے درپردہ انشارجہ کے حکمرانوں اور صدر سے بھی گہرے تعلقات ہیں۔ یعنی ہم جن لوگوں کو انشارجہ کا بدترین دشمن سمجھتے ہیں وہی لوگ اصل میں انشارجہ کے ایجنٹ اور اسلام اور اس ملک کے بدترین دشمن ہیں۔“

”نہ جانے کب ہمارے لوگ ان باتوں کو سمجھیں گے۔“

”ہاں نہ جانے کب۔“

ان سب کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆☆

ابا جان

وہ سب انسپکٹر جمشید کے کمرے میں داخل ہوئے... ان کے چہروں کی طرف دیکھ کر انسپکٹر جمشید مسکرانے لگے... گویا وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ معاملہ نمٹا آئے ہیں:

”السلام علیکم ابا جان...“

انہوں نے اشارے سے وعلیکم السلام کہا تو فرزانہ بولی:

”آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ہم اپنا کام ختم کر آئے ہیں اور مجرموں کو قانون کے حوالے کر آئے ہیں... اس بار کا اصل مجرم سو فیصد چھپا رستم نکلا... آپ سوچ بھی نہیں سکتے... وہ کون ہے۔“ یہ کہہ کر فرزانہ رکی تو انہوں نے آنکھوں سے اشارہ کیا... انہوں نے کہا تھا:

”ایسی کوئی بات نہیں۔“

”جی... کیا فرمایا آپ نے ایسی کوئی بات نہیں۔“

”ہاں! میں نے یہی کہا ہے۔“ انہوں نے اشارے میں جواب دیا۔

"تت... تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں... مجرم کون ہے۔"

انہوں نے ہاں میں اشارہ کیا... پھر اپنی جیب کی طرف اشارہ کیا۔ گویا وہ کہہ رہے تھے کہ میری جیب میں کوئی چیز ہے... وہ نکال لو۔

اس پر انہیں کچھ حیرت سی ہوئی... محمود نے آگے بڑھ کر ان کی سامنے والی جیب میں ہاتھ ڈال دیا... اس کا ہاتھ باہر نکلا تو اس میں ایک کاغذ تھا۔ کاغذ تہہ کیا ہوا تھا... اس نے اس کی تہہ کو کھولا... کاغذ پر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا... نام پڑھ کر وہ اچھل پڑا... اور چٹ فرزانہ کی طرف بڑھا دی... اس طرح سب نے باری باری نام پڑھا... ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔ گویا انسپکٹر جمشید بہت پہلے ان کی منصوبہ بندی سمجھ گئے تھے اور اصل مجرم کو بھی پہچان گئے تھے... اور اگر وہ ہسپتال نہ پہنچ جاتے تو یہ کیس ان کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچتا... انہیں اس بات کی خوشی بھی تھی کہ وہ ان کے ساتھ شامل نہیں تھے... مجرم کو انہوں نے پھر بھی قانون کے حوالے کر دیا تھا... اور یہ بات کوئی کم خوشی کی نہیں تھی:

آپ... آپ حیرت انگیز ہیں ابا جان۔"

"اور... اور تم بھی۔" انہوں نے مسکرا کر اشارے میں کہا۔

ان سب کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں۔

☆☆☆☆☆

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ B-16 سائٹ کراچی
0300-2472238, 32578273, 34228050
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

30 دسمبر 2010 کو شائع ہونے والا خاص نمبر

خوف کا سمندر

مصنف: اشتیاق احمد

قیمت -/490 روپے

انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی براورز کا مشترکہ عظیم الشان خاص نمبر

☆ سمندری زی ون الیون پر ملک کی ایک بہت قیمتی چیز لے جائی جار ہے

☆ ''اس کے روانہ نے میں تین گھنٹے باقی ہیں روک سکتے ہیں تو روک لیں'' انسپکٹر جمشید کیلئے خفیہ پیغام

☆ '' زکو روکنے کی کوشش کی تو سمندر میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی'' زکے کیپٹن کا اعلان

☆ ملک کے وزیر خارجہ اور رمملکت کے احکامات کو ماننے سے بھی انکار

☆ کیا کوئی اس زکو روکنے میں کامیاب نہ سکا؟

☆ بن مانسوں کے جزیرے پر خوف کا راج تھا اور وہ اس جزیرے پر بے یارومددگار تھے۔

☆ آبا نیا سے ہزاروں میل وران کے تمام رابطے منقطع تھے۔

☆ آخر اس زمیں ایسا کیا تھا ان کے ملک کی کون سی ایسی چیز اس زمیں لے جائی جار تھی زکے معاملے میں بین الاقوامی طاقتیں بھی کو پڑی ۔

☆ اور پھر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برا رز سے نہایت عجیب حالات میں ان کی ملا ت

☆ ایک ہر معمولی سی مہم انہیں نیا کے اس پار لے

☆ اس زش کے تانے بانے نیا کے ہر ملک میں ئے تھے۔

☆ اشتیاق احمد کے خاص نمبروں میں ایک اور ھا خیزا

☆ خون کا سمندر، جزیرے کا سمندر، ائرے کا سمندر، غار کا سمندر کے بین الاقوامی سیاست کے تناظر میں جانے والا ایک اور عظیم الشان خاص نمبر خوف کا سمندر

☆ 500 صفحات پر ایک لازوال مہماتی خاص نمبر جسے آپ مدتوں یا رکھیں گے

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کپاؤنڈ، B-16 ٹ، اچی
0300-2472238, 32578273, 34228050
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspector-jamshed-series.com

30 دسمبر 2010 کو شائع ہونے والا خاص نمبر

مصنف: اشتیاق احمد

قیمت
-/490 روپے

انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز کا مشترکہ عظیم الشان خاص نمبر

- ☆ 500 صفحات کا خاص نمبر
- ☆ طویل عرصے کے بعد اشتیاق احمد کا ایک بھر پور ضخیم خاص نمبر
- ☆ اور وہ بھی صرف ایک جلد میں ....
- ☆ ایک شاندار مہماتی خاص نمبر ....
- ☆ خاص نمبر کی خاص سمندری مہم ....
- ☆ جیرال کا منصوبہ اور جزیرے کے سمندر جیسے خاص نمبروں کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

پڑھنا نہ بھولئے

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34228050
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com